

رحم صلہ رحمی عرش کے ساتھ معلق

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ
وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ .)) (صحیح مسلم، البر والصلة، باب

صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حدیث: ۲۵۵۵)

”رحم (صلہ رحمی) عرش کے ساتھ معلق کہتا ہے: جو مجھے ملائے، اللہ اسے (اپنے ساتھ)
ملائے اور جو مجھے قطع کرے، اللہ اسے قطع کرے۔“

کسب حلال حدیث کی روشنی میں

ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حلال روزی کمانے اور کھانے کے لیے تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے۔
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ)) (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده، رقم: ۲۰۷۲)
”کسی نے اس سے بہتر کھانا کبھی نہیں کھایا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا ہو اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کھایا کرتے تھے۔“

اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بہترین کھانا یہ ہے کہ انسان خود محنت کر کے کمائے۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت بھی ہے اور فرمان مصطفویٰ ﷺ بھی۔

عبادت کی مقبولیت کے لیے شرط:

اسلام میں عبادات اور معاملات کے ضمن میں کسب حلال کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لیے عبادات کی مقبولیت کے لیے کسب حلال کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابَ لِذَلِكَ)) (صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، رقم: ۱۰۱۵، ترمذی: ۲۹۸۹)

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے انبیاء! پاکیزہ اشیاء سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں جانتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“ (ایک اور مقام پر) فرمایا: ”اے ایمان والو! پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے۔ اس کے بال پراگندہ ہیں۔ (جسم) غبار آلود ہے۔ وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے کہ) اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا بھی حرام کا ہے اور اس کا پینا بھی حرام کا ہے اور اس کا لباس بھی حرام کا ہے اور اس کی غذا بھی حرام کی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔“

فہرست

		جواہر پارے ❁	
	رحم صلہ رحمی عرش کے ساتھ معلق	کلمہ طیبہ ❁	
	کسب حلال حدیث کی روشنی میں	اداریہ ❁	
2	(حافظ احمد شاہ کر)	درس قرآن ❁	
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)	افتاء ❁	
8	(حافظ ثناء اللہ مفتی محمد عبید اللہ)	معجزات رسولؐ ❁	
9	(مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ)	فکر و نظر ❁	
14	(مولانا محمد حنیف ندویؒ)	شخصیات ❁	
18	(محمد اشرف توقیر)	مشاہیر نامہ ❁	
20	(محمد اسحاق بھٹی)	تذکار انبیاءؑ ❁	
26	(خالد شجاع)	تبصرہ کتب ❁	
30	(محمد سلیم چنیوٹی)	شعر و ادب ❁	
	(راخ عرفانی)	خیمہ وجود	

حلیف اب حریف کیوں؟

لیجے اب بھرہی یعنی بھائے چارے کا طمع بھی اترنے لگا ہے اور دوستانہ پوزیشن کا بھی، کہ سدا کے حریفوں نے باری گزرنے اور باری کے انتظار میں جس عرصہ دوستی کے عہد و پیمان کیے تھے اور جو سیاسی تعاون کے دعوے اور سسٹم چلتے رہنے کے جس عزم کا اظہار کیا جاتا رہا اور جس دھاگے سے سرکار بندھی چلی آتی تھی وہ کچا دھاگہ جذبہ عشق کے غیر صادق ہونے کے باعث ٹوٹنے پر آ گیا بلکہ شاید ٹوٹ ہی چکا ہو کہ منزل ایک تھی طالب دو تھے وہ حلیف کتنے دیر رہ سکتے تھے کہ نشر اقتدار کی مستی ایسی تو ہے نہیں جسے ترشی اتار دے کہ جیتے جاگتے حواسِ خمسہ کی موجودگی میں اقتدار کی راہ داریاں چھوڑ کر جانے کا تو تصور ہی ہولناک ہوتا ہے پھر برضاء و رغبت؟ یعنی حسب معاہدہ! اس خیال است و محال است جنوں۔ آہ! صادق و مصدوق رسول مقبول ﷺ کا یہ ارشاد کس طرح غلط ہو سکتا ہے کہ مہملاً جوف ابن آدم الا التراب یعنی ابن آدم کے خلا..... پیٹ..... کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

جناب نواز شریف صاحب جو کم و بیش تین سال سے جناب صدر کی صدارت کو سہارا دے رہے اور ان کی بیساکھی بایں طرح بنے ہوئے تھے کہ وہ بار بار یہی ارشاد فرماتے رہے اور اس قسم کے بیانات دیتے رہے کہ سسٹم چلتے رہنا چاہیے اور جمہوریت برقرار رہنی چاہیے۔ اسی بنیاد پر جناب میاں صاحب نے نہ کبھی ان کی حکومت پر تنقید کی، نہ ان کی امریکا نوازی کو نشانہ بنایا، نہ ان کے بیرون ملک دوروں کی باقاعدگی کو موضوع بحث بنایا اور نہ حکومت کی مالی بدعنوانیوں یعنی جس کو کرپشن کہا جاتا ہے کو زیر بحث تو وہ کیا لاتے بلکہ وہ تو حسب موقع اور حسب ضرورت ان پر لپٹا پوتی کرتے رہے، یا ایسے سوالوں کو طرح دیتے رہے اب یکا یک ان پر ایسے الہامات یا انکشافات ہونے لگے کہ جناب میاں صاحب یک دم جناب صدر پر موسلا دھار برسنے لگے، حالاں کہ میاں صاحب کے نیاز مند ایک عرصہ سے اسی انتظار میں تھے کہ میاں صاحب شاید مہنگائی کے خلاف برسیں گے، حکومت کی امریکی غلامی پر گر جیں گے، امن و امان کے فقدان پر احتجاج کریں گے، غریبوں کی خود کشیوں پر دواویلا کریں اور لوڈ شیڈنگ پر نعرہ مستانہ بلند کریں گے، پٹرول کی ناپیدگی اور گیس غائب ہونے پر کوئی متبادل تجاویز دیں گے لیکن عوام میاں صاحب کی اس خاموشی کو اپنی باری کے انتظار کی مصلحت کو کہتے رہے حالاں کہ مذکورہ عوامی مسائل و مصائب پر میاں صاحب زبان تو تب کھولتے جب ان مسائل میں سے کسی مسئلے سے میاں صاحب کو واسطہ پڑتا کہ اس سطح کے خادمان قوم لوڈ شیڈنگ سے شاید آشنا ہی نہیں۔ گیس، پٹرول ان کو مہیا کرنا اور ان کے حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اب میاں صاحب بولے تو اس وقت بولے جب ان کو آزاد کشمیر میں اپنی حکومت کے لیے ووٹوں کے ذریعہ سیٹوں کی ضرورت پڑی، لیکن جناب صدر زرداری نے بھی ادھار نہیں رکھا اور سیاسی احکامات و الزامات کے ساتھ ان کو اس دین پسندی کا طعنہ بھی دیدیا جس کا سارے فسانے میں ذکر نہ تھا۔ جناب صدر کی اس شعلہ بیانی نے ہماری اس رائے کی توثیق کر دی ان کے صیقل کا براہ جناب میاں صاحب کے صیقل سے اعلیٰ ہے کہ میاں صاحب کا نہیں اب ان ہی کا صیقل مارکیٹ میں معروف و مقبول ہے۔ اسی لیے تو میاں صاحب کو جناب صدر نے سیاست میں تلمذ کا مفت مشورہ دیا تھا۔

میاں صاحب سے ایک سوال پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ جناب صدر میں وہ کون سی اچھائیاں تھیں جو ان میں آج نہیں اور وہ کون سی غیر اچھائیاں تھیں جو ان میں تب نہ تھیں؟ ہم عوام..... جسے سیاست دان کا لانعام جانتے اور سمجھتے ہیں..... کو تو وہی پرانی بات سمجھ میں آتی ہے کہ سیاست دان مفادات مشترک ہونے تک حلیف رہتے ہیں وگرنہ حریف۔ نہ جانے میاں صاحب کو جناب صدر خوبیوں سمیت اب یاد کیوں آنے لگے ہیں کیا اب کوئی تجا..... تیسرا..... تو درمیان میں نہیں آ گیا؟ یا میاں صاحب اب ”کسی“ کو گردن اونچی کر کے یہ بتانا چاہتے ہوں کہ ہم بھی تو کھڑے ہیں راہوں میں! ہمارے ہاں ایسے امکانات اور روایات ہیں کہ ہم تہی دامنوں..... خالی پیٹ..... کو مواقع دینے میں فراخ دل ہیں اسی لیے کسی تیسرے کی آمد کی دھمک زیادہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہم خوش فہم قوم ہیں اگر کسی آمر کا کل پرزہ ہمیں نعروں سے گر ماتا، وعدوں سے بہلاتا اور دعوؤں سے بہکاتا ہے تو ہم اس کو سر آنکھوں پہ بٹھاتے اور اس کے لیے جانیں تک لٹا دیتے ہیں چاہے

اس کا انجام کتنا ہی عبرتناک ہو جائے اور اگر کوئی آمر کسی جمہوری حکمران کو شب بھر میں چلتا کرے تو اس کی آمد پر مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں چاہے وہ ایک ہی بھیکی سے ڈھیر ہو کر وطن عزیز کو اغیار کے ہاں رہن رکھ دے اور اہل وطن کو طاغوت سے قیمت وصول کر کے فروخت بھی کر دے اور پھر ڈھٹائی سے اس کا اعتراف بھی کر دے۔ حلیف سے حریف بننے ان دو پہلوؤں کے درمیان نہ جانے وہ اب کون سا تیجا..... تیسرا..... آئے گا جو ان کا جھگا..... اقتدار..... گالنے یعنی تباہ کرنے پر تلا ہو رہا ہے کہ یہ دونوں جو کبھی بھائی تھے اب شریک بن کر آمنے سامنے آ گئے ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر آقا کے حضور وفاداری کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے۔ ہماری ایک روایت یہ بھی بن چکی ہے کہ ہم آنے والے کے نعرے لگا کر اس کو کندھوں پہ بٹھاتے اور آنکھوں میں سجاتے ہیں جب اس آنے والے کا طبع اتر جاتا ہے پھر ہم جانے والے کو رحم اللہ النباش الاول (کہ اللہ تعالیٰ پہلے نفع چور پر رحم کرے) کہہ کر اس کو یاد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غائب سے اب کوئی تیسرا ایسا نہ لائے جس سے قوم مزید کسی آزمائش میں آ جائے۔

وطن عزیز کی حالت زار کا علاج تو وہی ہے جس کی طرف ایک عرصہ سے بعض اصحاب درد مضامین و مقالات کے ذریعے قوم کو متوجہ، علماء کو مشورہ، اعیان حکومت سے درخواست اور لیڈروں کو بار بار اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ہم من حیث القوم یعنی پہلے درجے میں علمائے دین پھر اعیان حکومت پھر سیاسی و مذہبی جماعتوں کی قیادت اور آخر میں عوام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور الحاج و زاری سے توبہ، انابت اور رجوع الی اللہ کر کے اپنے ملی اور انفرادی گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے رحم کی درخواست کریں ورنہ زلیغ و ضلال کی جس انتہا تک ہم پہنچ چکے ہیں اس کا انجام عذاب ہی ہے اور عذاب بھی وہ جس کا ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ النعام کی آیت نمبر ۶۵ میں ذکر فرمایا ہے۔

”اسی کو یہ قدرت ہے کہ اوپر سے تم پر عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے تلے سے یا تم میں (پھوٹ ڈال کر) کئی گروہ کر دے اور ایک دوسرے کو لڑائی کا مزہ چکھائے (آپس میں ایک دوسرے سے لڑیں) دیکھ ہم کس طرح پھیر پھیر کر آیتوں کو بیان کرتے رہیں تاکہ وہ سمجھیں۔“

طاغوت..... امریکہ، اسرائیل، بھارت..... افواج پاکستان کے جذبہ شہادت و خدمت کے باعث عرصہ سے اس کوشش میں ہے کہ عوام اور افواج پاکستان کے مابین بے اعتمادی پیدا کی جائے۔ پاک فوج کے بارے میں عالمی فضا مکدر کی جائے ان کے خیال میں جس سے پاک فوج کا جذبہ متزلزل اور مقام مجروح ہو جائے گا کہ دشمن حملہ آور ہونے کے لیے ایسے ہی موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود سیاستدانوں نے اب تک دشمن کو یہ موقع کبھی نہیں دیا اور حقیقت ہے کہ عساکر پاکستان کے قائدین نے بھی اب تک بہت ہی دانشمندی سے اس نکتے کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اب کچھ عرصہ سے بعض حلقے اور ان حلقوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بعض سیاستدان، پاکستانی سیاست کی روایات سے ہٹ کر، افواج پاکستان پر بلکہ ان کے خفیہ فنڈز کے حوالے سے ان پر تنقید کر رہے ہیں جو کہ ہمارے خیال میں نہ وطن عزیز کے مفاد میں ہے، نہ افواج پاکستان کے شان و مقام کے مطابق اور نہ ہی سیاستدانوں کے اپنے عمل کے مطابق! کہ ہمارے سننے کے مطابق حکومت کے ہر عہدیدار کو جو صوابدیدی فنڈز دیئے جاتے ہیں وہ سب حساب دینے سے مستثنیٰ ہوتے ہیں اور شاید ہی کوئی حکمران، سیاستدان اور بیوروکریٹ ہوگا جو ان کو حسب منشا استعمال نہ کرتا ہوگا۔ جان کی امان پاتے ہوئے عرض کی جاتی ہے کہ افواج کو پارلیمنٹ کے تابع کرنا؟ کوئی پارلیمنٹ جس کے اکثر ارکان صرف پارٹی کے پالیسی کے پابند ہوتے ہیں ذاتی رائے! وہ ان سے بالاتر ہوتے ہیں ان بے چاروں سے اگر الگ الگ ان کی پارٹی منشور یا پالیسی کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ کیا جواب دے سکتے ہیں؟ ہمارے خیال میں ان کو خوب جانتا ہے ہماری رائے ہے کہ جملہ سیاستدان خصوصاً میاں صاحب سے کہ وہ افواج پاکستان پر تنقید کی بجائے ان کو بجٹ، آڈٹ اور اکاؤنٹ کے ماہرین سے مشورہ دیں اور میڈیا میں افواج کے مقام و مرتبہ کو ملحوظ رکھ کر ان کی عزت و اہمیت برقرار رکھی جائے۔

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

جسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ یہ روشنی پورے مشرق میں دائیں بائیں پھیل جاتی ہے جسے صبح صادق کہتے ہیں۔ یہی روشنی پھر اوپر اٹھتی ہے اور اندھیرے کا پیچھا کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، تا آنکہ آسمان وزمین روشن ہو جاتے ہیں۔

رات کودن میں داخل کرنے کے معنی یہ بھی ہیں کہ مومن تغیرات میں کبھی رات لمبی ہوتی ہے تو دن چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے موسم میں دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے، حتیٰ کہ دن چودہ پندرہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے اور رات نو، دس گھنٹوں کی رہ جاتی ہے۔ یوں دن رات کا کچھ حصہ ایک دوسرے میں داخل ہوتا رہتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہم نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ لیل ونہار کی یہ تبدیلی اللہ ہی کے حکم سے ہے، اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں۔

﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ﴾ سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے وہ طلوع وغروب میں اور اپنے آنے جانے میں اللہ کے مطیع ہیں اور یہ ان کی تسخیر تمام تر انسانوں کے فائدہ کے لیے ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ﴾ (ابراہیم: ۳۳) تمہاری خاطر سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے۔ وہ ایک وقت مقرر تک چل رہے ہیں۔ ”وقت مقرر“ سے طلوع وغروب کا وقت بھی مراد ہے اور قیامت کا بھی، اور ان کا دورانیہ بھی جو سورج کا سال بھر میں اور چاند کا ایک ماہ میں مکمل ہوتا ہے۔

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ﴾ یہ اللہ ہے تمہارا پروردگار، جس نے یہ سارا نظام پورے ڈھب سے چلا رکھا ہے۔ ﴿لَهُ الْمُلْكُ﴾ بادشاہی اسی کی ہے۔ وہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ﴾ کُلُّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿﴾ (الفاطر: ۱۳)

”وہ رات کودن میں داخل کرتا ہے اور دن کورات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے، ہر ایک، ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ کی وحدانیت پر آفاقی دلیل ہے کہ رات دن کی یہ تبدیلی، شمس و قمر کے آنے جانے کا نظام سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ نہ یہ خود بخود وجود میں آئے ہیں نہ ہی ان کے اس عمل میں اللہ کے سوا کسی اور کا عمل دخل ہے۔ اس سے ثانویت کی بھی نفی ہوگئی جو کہتے ہیں ایک خالق خیر ہے اور دوسرا خالق شر ہے۔ دن کے آنے سے اور رات کے چلے جانے سے، اسی طرح رات کے چھا جانے اور دن کے غیب ہو جانے سے معلوم ہوا کہ ایک کے ہاتھوں دوسرا مغلوب ہوتا رہتا ہے اور جو مغلوب ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ﴾ رات کودن میں داخل کرنے کے ایک معنی یہ ہے کہ دن کی روشنی آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے اور مشرق سے رات کی تاریکی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جیسے کوئی چیز لیٹی جا رہی ہو۔ یوں بالآخر تاریکی چھا جاتی ہے، بالکل یہی کیفیت دن کورات میں داخل کرنے کی ہے کہ مشرق سے پہلے ہلکی سی روشنی اوپر کو بلند ہوتی ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذَّلِّ وَكَبِيرُهُ تَكْبِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

”اور کہہ دے سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہونے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اس کی بڑائی بیان کر، خوب بڑائی بیان کرنا۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿إِلَٰهِي لَهُ الْمُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا﴾ (الفرقان: ۲)

”وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ کیا، پورا اندازہ۔“

اسی لیے مشرکین مکہ کا کہنا کہ مالک حقیقی تو اللہ ہے، مگر اللہ نے اپنا شریک مقرر کیا ہے، یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ سارے معاملات تنہا ایک اللہ کیسے سرانجام دے سکتا ہے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں:

﴿أَجْعَلِ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ﴾

(ص: ۵)

”کیا اس (محمد رسول اللہ ﷺ) نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔“

بلکہ انہیں ایک اللہ کا ذکر ناگوار گزرتا تھا:

﴿وَإِذَا ذُكِّرْتُ بِرَبِّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوْ أَنِّي عَلَيَّ أَذْبَارِهِمْ نُفُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۴۶)

”اور جب تو قرآن میں اپنے رب کا، اکیلے اسی کا ذکر کرتا ہے تو وہ بدکتے ہوئے اپنی پیٹھوں پر پھر جاتے ہیں۔“

ہے کسی کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ مشرکین مکہ سمجھتے تھے کہ جن کی عبادت ہم کرتے ہیں اللہ نے انہیں اپنا شریک بنایا ہے۔ چنانچہ حج یا عمرہ کے موقع پر تلبیہ وہ یوں پڑھتے تھے:

”لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك الا شريكاً هو لك تملكه وما ملك.“

(مسلم، ج: ۱، ص: ۳۷۶)

”ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو تیرا (ہی) مقرر کردہ ہے تو اس کا مالک ہے اور وہ مالک نہیں۔“

ان کے اس عقیدے کی قرآن مجید میں جا بجا تردید کی گئی ہے۔ یہاں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے ﴿ذلکم﴾ مبتدا اور اس کے بعد کا جملہ خبریہ بتلایا ہے۔ بعض نے کہا ہے ﴿لہ الملک﴾ مستقل جملہ ہے جو ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ﴾ کے مقابلے میں ہے، جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں۔

﴿فَطُمِيزُ﴾ کے معنی اکثر مفسرین کے نزدیک وہ سفید باریک سا چھلکا ہے جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اطلاق گٹھلی کے درمیان میں لمبے نشان پر کرتے ہیں اور بعض نے گٹھلی کی پشت پر نقطہ مراد لیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اتنی سی حقیر چیز کے بھی مالک نہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْ ثِقَالٍ ذَرَّةً فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ﴾ (سبا: ۲۲)

”کہہ دے پکارو ان کو جنہیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا دوسرے معبودوں کی ملکیت کی نفی ہی نہیں کی بلکہ اس میں شرکت کی بھی نفی کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾
”اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔“ (الزمر: ۴۵)

یہ حقیقت مشرکانہ ذہن رکھنے والوں میں مشترک ہے۔ جب بھی صرف اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگوں کا منکر ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کے تحت اپنی آپ بیتی بیان کی ہے کہ ”ایک روز میں نے دیکھا ایک شخص فوت شدہ بزرگ کو اپنی مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ میں نے کہا اللہ کے بندے اللہ کو پکارو، وہ خود فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لَا﴾ (البقرة: ۱۸۶)

تو وہ میری بات سن کر سخت غصے میں آ گیا۔ بعد میں لوگوں نے بتلایا کہ وہ کہتا تھا یہ بزرگوں کا منکر ہے اور بعض نے اسے یہ کہتے سنا کہ اللہ کی نسبت بزرگ جلدی سن لیتے ہیں۔ یہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گمراہی اور سرکشی سے بچائے۔“ (روح المعانی، ج: ۲۳، ص: ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی ان کے اسی غلط عقیدے کی تردید کا اشارہ کیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ حقیر چھلکے کے مالک بھی نہیں۔ غور فرمائیے ﴿مَنْ دُونَهُ﴾ کے لیے ملکیت کی نفی میں وہ بزرگ ہستیاں بھی شامل ہیں، جن کی ملکیت کی نفی اوپر سورہ بنی اسرائیل اور الفرقان میں کی گئی ہے، جنہیں انھوں نے اللہ کا بیٹا یا بیٹیاں بنا دیا تھا۔ اللہ کی تو کوئی اولاد ہی نہیں، اس لیے کسی کی شراکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بڑی لطیف بات فرمائی ہے کہ اللہ

سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں اپنے دو اوصاف کا ذکر کیا ہے:

۱: صفت خلق کا کہ اپنے ارادے اور اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

۲: اپنی بادشاہت کا۔

اور انہی دو سے اپنی الوہیت پر استدلال کیا ہے۔ (ذکم اللہ) اسی طرح ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝﴾ میں بھی پہلی دو صفتوں کے بعد الوہیت پر استدلال ہے، جب کہ جنہیں اللہ کے سوا معبود سمجھا جاتا ہے، ان کے بارے صرف ان کی بادشاہی کی تردید کی ہے کہ وہ تو ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں، ان کے کسی اور وصف کی نفی نہیں کی۔ یہ اس لیے کہ وہ اس حقیقت کے تو معترف تھے کہ خالق اللہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ نے امور دنیا ہمارے معبودوں کو تفویض کر دیئے ہیں۔ اس لیے ان کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ نہ ملک اللہ کے سوا کسی کا ہے، نہ اللہ نے انہیں کسی شے کا مالک بنایا ہے۔ بلکہ کسی چیز کے مالک ہونے کی نفی ہی ان کے خالق ہونے کی نفی کو مستلزم ہے۔ کیوں کہ اگر کسی نے کچھ بنایا ہے تو وہ اس کا مالک بھی ہے مگر جب وہ ایک چھلکے کے مالک نہیں تو انھوں نے قلیل و کثیر کچھ بھی نہیں بنایا۔

امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں توحید و رسالت اور قیامت کا بیان ہے، جس کا کفار کد انکار کرتے تھے۔ چنانچہ لیل و نہار اور شمس و قمر کا یہ نظام جو ایک ڈھب اور سلیقے سے بلا تعطل چل رہا ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ یہ نظام ایک اللہ مالک الملک کے ہاتھ میں ہے اور جب تک وہ چاہے گا، اسی طرح چلتا رہے گا۔ اگر یہ نظام خود بخود جاری ہوتا یا اللہ کے سوا کسی اور معبود کا بھی اس میں عمل دخل ہوتا تو یہ ایک ہی ڈھب پر نہ رہتا، اس میں تفاوت اور تفاضل پایا جاتا اور تعطل کا شکار ہو جاتا، جیسا کہ ایک ملک کو دو یا تین بادشاہوں کے ہاتھوں میں دے دیا جائے تو ایک کسی کام کے کرنے کا حکم صادر کرے گا اور دوسرا اس میں رکاوٹیں کھڑی کرے گا۔ ملک ایک نہج پر چل نہیں سکے گا۔ مگر شب و روز اور شمس و قمر کا یہ

بقیہ: افتاء

۳۔ نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر . (صحیح مسلم، بحوالہ اتحاف الکرام از صفی الرحمن مبارکپوری، ص: ۱۹۶)
”رسول اللہ ﷺ نے کنکری اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔“

ان دلائل سے واضح ہوا کہ خریدار کا ۲۸ فٹ اراضی دھوکے کے ساتھ ہتھیانا حرام اور ناجائز ہے پھر اس دھوکے کی بنیاد پر مبلغ ۵۱۸۰۰۰ روپے باصرار وصول کرنا دھکے شاہی اور دھاندلی ہے جو کسی طرح بھی شرعاً جائز نہ ہے۔ لہذا اس کو آخرت کے ڈر کے پیش نظر یہ رقم واگزار کر دینی چاہیے ورنہ عند اللہ جواب دہی کے لیے تیار رہے۔ یہ جواب بشرط صحت سوال ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ مفتی کسی قانونی سقم کا ہرگز مسئول نہ ہوگا۔

هذا ما عندي والله تعالى اعلم بالصواب. واليه المرجع والمآب في يوم الحساب.

☆..... (شیخ الحدیث) مفتی محمد عبید اللہ خاں عقیف..... ☆



نظام دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا ایک صانع ہے اور اس کو چلانے والا ایک اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ (الانبیاء: ۲۲)

”اگر دونوں (آسمان اور زمین) میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔“

اسی طرح رات کا چلا جانا اور روشنی کا پھیل جانا اور سورج کے ہوتے ہوئے چاند کا بے نور ہونا، اور سورج کے غروب ہونے پر چاند کا منور ہونا بجائے خود دلیل ہے کہ جو اس طرح ایک کو تلف کر کے دوسرے کو اس کے مقام پر لانے پر قادر ہے وہ انسانوں کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت و اختیار ہے اور یہ سارا نظام اس نے چلا رکھا ہے تو یہ بات محال ہے کہ انسانوں کو کوئی حکم نہ دے، نہ کسی بات سے منع کرے اور انہیں بے کار آزاد چھوڑ دے، اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کا رسول ہو جو یہ بتلائے کہ اللہ کا حکم کیا ہے اور اللہ نے کس سے منع کیا ہے، لوگوں کی ذمہ داری کیا ہے معلوم ہوا کہ اس آیت میں توحید کے علاوہ رسالت اور قیامت کا بھی اثبات ہے۔



درخواست دعائے صحت

جماعت اہل حدیث کے سرگرم کارکن محمد کاشف خان ایک ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

(قاری محمد حسن سلفی 134/9/1 ساہیوال)

مجلہ بحر العلوم کا ”محدث العصر“ پیر محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نمبر

جامعہ بحر العلوم السلفیہ، میرپور خاص سندھ نے ایک وقیع، شان دار ”محدث العصر“ نمبر شائع کیا ہے۔ اس نمبر میں راشدی خاندان کے گل سرسبد ابوالقاسم پیر سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ کا دل نشین تذکرہ جماعت اہل حدیث اور دانش وروں کے قلم سے ترتیب دیا گیا ہے۔ آپ بقی، تاثرات، خدمات، انٹرویو، تعزیتی پیغامات اور سندھی مضامین دیے گئے ہیں۔ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (افتخار احمد الازہری، مدیر جامعہ بحر العلوم السلفیہ، سٹلائٹ ٹاؤن، میرپور خاص، سندھ)

سوال نمبر ①: ایک مسئلہ ہیہ

سوال نمبر ②: دھوکے کی بیع حرام ہے۔

دکان ۲۸ فٹ آگے بڑھالی۔ اب کارپوریشن والے گرانے آگئے۔ دکان ۲۸ فٹ آگے ہے تو ساری بات کا علم ہو جانے کے باوجود اُس نے ۲۸ فٹ کے مبلغ پانچ لاکھ اٹھارہ ہزار روپے بار بار اصرار کر کے ہم سے وصول کر لیے ہیں۔ کیا اس طرح دھوکا دہی سے پیسے وصول کرنا جائز ہے؟ (خادم محمود)

جواب: خریدار کا یہ عمل سراسر دھوکا اور اکل المال بالباطل ہے جو حرام ہے، کسی طرح حلال نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (النساء: ۲۹)

”اے ایمان والو! مت کھاؤ اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مگر یہ کہ ہو خرید و فروخت تمہاری آپس کی رضامندی سے اور اپنے آپ کو قتل مت کرو۔“
اس آیت شریفہ سے واضح ہوا کہ غیر شرعی طریقے یعنی دھوکے اور فریب کے ساتھ کسی کا مال ہتھیانا حرام ہے۔ یہ تو قرآن مجید کا ارشاد ہے، اب حدیث بھی پڑھ لیجیے:

۲۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ .

(رواہ مسلم، بلوغ المرام، ص: ۱۹۸)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دھوکا کرے وہ مجھ سے نہیں۔ یعنی میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں۔“
(باقی صفحہ نمبر ۲ پر)

سوال: میں پچانوے برس کا ضعیف العمر ہوں، میرے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ میرے ایک بیٹے نے جعل سازی سے میری جائیداد کا کچھ حصہ ہتھیا لیا ہے۔ لہذا میں نے ارادہ کیا کہ بقیہ جائیداد اپنی زندگی ہی میں بقایا چار بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیم کر دوں تاکہ میرے مرنے کے بعد میرے ترکے میں جائیداد ہتھیلے والا بیٹا دوبارہ حصے دار نہ بن سکے۔ آپ قرآن و حدیث کے دلائل سے میری رہنمائی فرمائیں کہ تقسیم میں لڑکوں اور لڑکی کو برابر حصہ دیا جائے یا لڑکی کو آدھا حصہ دیا جائے۔

(حاجی فقیر اللہ، ۳۲ ماصولال حسین روڈ باغبان پورہ، لاہور)

جواب: واضح ہو کہ آدمی زندگی میں اولاد کے درمیان جو کچھ تقسیم کرتا ہے۔ شرع میں اس کا نام ہیہ ہے اور ہیہ میں راجح مسلک کے مطابق مذکور اور مؤنث میں برابری ضروری ہے۔

مندرجہ بالا صورت میں چوں کہ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہے لہذا موہوب جائیداد کے چھ حصے ہوں گے۔ سب کے لیے حصہ برابر ہے اور ایک بیٹا جس نے زبردستی کچھ مال پر قبضہ کیا ہے اس کو دیکھا جائے گا اگر تو حصے کے بقدر ہے تو یہ جائیداد اس کے حصے میں شمار کی جائے اور اگر زیادہ ہے تو زیادتی واپس لی جائے۔

☆..... (شیخ الحدیث) مفتی حافظ ثناء اللہ المدنی.....☆

سوال: میں نے آٹھ سال پہلے ایک دکان بیس لاکھ روپے میں ایک شخص کو فروخت کی تھی، جس کا رقبہ ۸۰ فٹ تھا اور اس کا نقشہ آج بھی اس کے پاس ہے۔ اس کا سودا لم سم ہوا تھا۔ فنوں میں نہیں ہوا تھا۔ خریدار نے رجسٹری ۸۰ فٹ کے بجائے ۱۰۸ فٹ کروالی، جس پر میں نے بغیر پڑھے دستخط کر دیے۔ اُس نے

اسراء و معراج

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

واحادیث المعراج وصعوده الی ما فوق
السموات الی معروف متواتر فی
الاحادیث. الخ (الجواب الصحیح، ج: ۴،
ص: ۱۶۰، ۱۶۱)
ان روایات کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے خاصے استقصاء اور تحقیق
وتنقید کے ساتھ اپنی تفسیر میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ فتح
الباری میں بھی متفرق طور پر ان سب روایات کے الفاظ آگئے ہیں۔
علمائے محققین کی کثیر تعداد کے نزدیک یہ مبارک معجزانہ سفر رسول
اللہ ﷺ نے جاگتے ہوئے اپنے جسد مبارک غرضی سے طے کیا۔
مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک، اور وہاں سے ساتوں آسمانوں سے
اوپر سدرة المنتہی تک۔ جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (الشفاء، ص: ۸۶، طبع
بریلی) امام ابن جریر طبری مفسر رحمہ اللہ (تفسیر، ج: ۱۵، ص: ۱۷) حافظ
ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر، ص: ۱۴۱، ج: ۵) اور تاریخ البدایہ (ص: ۱۱۳،
۱۱۴، ج: ۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور مولانا قاضی محمد سلیمان
منصور پوری رحمہ اللہ، مصنف ”رحمة للعالمین“ وغیرہم نے لکھا ہے۔
فتح الباری (ص: ۴۵۱، ج: ۳، طبع دہلی، باب حدیث الاسراء)
میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
والی هذا ذهب الجمهور من علماء
المحدثین والفقهاء والمتکلمین وتوالت علیہ
ظواهر الاخبار الصحیحة ولا ینبغی العدول
عن ذالک ولیس فی العقل ما یجعلہ حتی
یحتاج الی تاویل . انتہی .
یعنی ”محدثین، فقہاء اور متکلمین اسلام کی بڑی اکثریت اس کی

﴿سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بُرُکْنَا حَوْلَهُ لِتُریْہُ مِنْ اٰیٰتِنَا
اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۱)
”پاکیزگی ہے اس ذات پاک کے لیے جس نے اپنے
بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات سیر کرائی مسجد حرام سے
مسجد اقصیٰ تک، کہ جس کے اطراف میں ہم نے برکت دی
ہے۔ اس لیے کہ اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی
اللہ پاک سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“
”اسراء“ کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ چوں کہ یہ معجزانہ
سفر رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت کرایا گیا تھا، اس لیے قرآن
مجید میں اس کو ”اسراء“ فرمایا۔ ”معراج“ عروج سے مشتق ہے جس
کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ اس مبارک سفر کے لیے
بیت المقدس سے فراغت کے بعد آسمان کی طرف لے جانے کے
لیے احادیث میں لفظ ”عُرِجَ بَیْ“ استعمال ہوا، یا اس لیے کہ آسمانی
سفر کے لیے آپ کو ”معراج“ (زینہ) مہیا کیا گیا، معراج کہلایا۔
قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم القدر معجزے کے
مستند واقعات بہت اختصار کے ساتھ ذکر کیے جائیں، چند ضروری
امور کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
اسراء و معراج کا اجمالی ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت (جو
زیب عنوان ہے) اور سورۃ النجم کی ابتدائی آیات شریفہ میں ہے اور
اس اجمال کی تفصیل میں جو احادیث مروی ہیں وہ تواتر کے درجے کی
ہیں۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اندرین صورت، احادیث صحیحین کے مقابلے میں ایسی روایتوں کی کیا افادی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ روح المعانی (ج: ۴، ص: ۴۷۰) میں البحر المحیط کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے لعلہ لم یصح عنہما۔ علاوہ ازیں حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے ”معراج روحانی“ کے قول پر بڑی کڑی اور مدلل تنقید فرمائی ہے۔ (ج: ۵، ص: ۱۷، طبع جدید)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد تعقبه ابو جعفر بن جریر فی تفسیرہ بالرد والانکار والتشنیع بان هذا خلاف ظاهر القرآن وذكر من الادلة على رده . الخ

(ج: ۵، ص: ۱۷۲ طبع المنار)

⊙ واعظوں میں یہ بات مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو توں سمیت عرش معلیٰ پر چلے گئے۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ عرش معلیٰ تک آنحضرت ﷺ کی رسائی کا ذکر کسی بھی روایت میں نہیں۔ اور ”جو توں سمیت“ والی بات بھی بالکل جھوٹ ہے، جیسا کہ اہل تحقیق علماء نے اس کی صراحت کردی ہے۔ مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ”غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال“ میں لکھتے ہیں:

ان هذه القصة موضوعة مخترعة باطلة مختلقة . (مجموعه ثمانية رسائل، ص: ۱۵۰ طبع لکھنؤ)

بلکہ کتاب فتح المتعال کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے:

وصوله الى ذروة العرش لم يثبت في خبر صحيح ولا حسن ولا ثابت اصلاً وانما صح في اخبار انتهاء الى سدرۃ المنتهى فحسب . الخ

یعنی ”آنحضرت ﷺ کا سدرۃ المنتہی تک جانا ہی ثبوت کو پہنچا ہے، اس سے آگے نہیں۔“

اس میں بڑی نفیس بحث کے آخر میں فیصلہ لکھتے ہیں کہ

قائل ہے اور صحیح احادیث کی صراحت بھی یہی ہے۔ اس سے انحراف کی کوئی معقول وجہ نہیں.....“ لہذا صحیح عقیدہ یہی ہے۔

⊙ اس قدر تو محقق معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے ایک دو سال قبل کا ہے۔ لیکن مہینا کون سا تھا؟ تاریخ کیا تھی؟ اس میں سخت اختلاف ہے۔ قدیم اور جدید اس موضوع پر لکھنے والوں نے رجب کے مہینے، اور اس کی ۲۷ تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ (فتح الباری، ص: ۴۵۳، ج: ۳، البدایہ، ص: ۱۰۹، ج: ۳، روح المعانی، ص: ۴۶۹، ج: ۴، سیرۃ النبی اردو، جلد سوم) تاہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کو نہیں تسلیم کرتے۔ (ماثبت بالسنۃ، ص: ۱۹۸، طبع کانپور ۱۹۲۳ء)

اس ابہام کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد حقائق پر ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ اس عظیم الشان معجزے میں ہم امتیوں کو تعلیم کیا دی گئی ہے۔ اس سے تاریخوں اور یادگاروں کا خاص تعلق نہیں۔ وہ تو رسوم وعوائد ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ غلط صحیح جو تاریخیں شہرت پا گئی ہیں ان میں بدعات کا اہتمام زور و شور سے ہوتا ہے کہ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

ع حقیقت خرافات میں کھو گئی

⊙ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، سیرت ابن ہشام اور ابن اسحاق کے حوالے سے تفسیر ابن جریر میں ہے کہ یہ معراج روحانی تھا لیکن ان دونوں کی سندیں پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اوّل الذکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کنندہ بعض آل ابی بکر ہے جو مجہول ہے، کوئی اتنا پتا نہیں کون ہے؟ کیسا ہے؟ لہذا ناقابل اعتبار ہے۔ ثانی الذکر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے راوی، یعقوب بن عتبہ ہے جو طبقہ سادہ کا ہے۔ (تقریب التہذیب) اور طبقہ سادہ کے متعلق تقریب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ لم یثبت لہم لقاء احد من الصحابة ”ان میں سے کسی کی ملاقات کسی صحابی سے ثابت نہیں۔“ لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یعقوب کی تو ملاقات ثابت نہ ہوئی۔ درمیان کے راوی کا پتا نہیں۔ لہذا یہ سند منقطع اور یہ اثر مجروح ٹھہرا۔

وبالجملة فرقيه صلى الله عليه وسلم على
السموات بنعله وطيه به لم يثبت وما لم يثبت
لا يجوز لنا ان نجترئ على ذكره بل يجب
علينا ان لا نذكره. الخ (ص: ۱۵۱)
یعنی ”رسول اللہ ﷺ کا جو توں سمیت آسمانوں پر جانا
ثابت نہیں اور ایسی بے ثبوت کے بیان کرنے پر دلیر نہیں
ہونا چاہیے۔“

ان چند ضروری معروضات کے بعد واضح رہے کہ واقعہ معراج کم
و بیش ۲۵ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، جن میں صحیح اور کمزور سب ہی قسم
کی روایات ہیں، جن کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر میں مع نقد و جرح
اور سیوطی رحمہ اللہ سے ”الدر المنثور“ میں اپنی عادت کے مطابق جمع کر دیا
ہے۔ فتح الباری میں کتاب الصلوٰۃ، کتاب الانبیاء اور کتاب التوحید
میں بھی بہت سادہ خیرہ آ گیا ہے۔
صحیحین وغیرہ میں واقعہ معراج مناسب تلخیص کے ساتھ اور اس
کے بعد چند ملاحظات بتوفیقہ تعالیٰ پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے شب معراج کی صبح کو ارشاد فرمایا:
”گزشتہ شب میرے خدا نے مجھے اپنے خاص مجد و شرف سے
نوازا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ شب گزشتہ جب کہ میں سو رہا تھا رات
کے ایک حصے میں جبرائیل آئے اور مجھ کو بیدار کیا۔ ابھی پوری طرح
جاگ بھی نہ پایا تھا کہ حرم کعبہ میں اٹھ لائے اور تھوڑی دیر لیتا تھا کہ
پوری طرح بیدار کر کے اول میرا سینہ چاک کیا اور (ملائے اعلیٰ کے
ساتھ مناسبت تام پیدا کرنے کے لیے عالم دنیا کی کدورتوں کو) دھویا
اور ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ اس کے بعد حرم کے دروازے پر لایا
گیا، اور وہاں جبرائیل نے میری سواری کے لیے خچر سے کچھ چھوٹا
جانور ”براق“ پیش کیا جو سپید رنگ کا تھا۔ جب میں اس پر سوار ہو کر

روانہ ہوا تو اس کی سبک رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حد نگاہ اور حد رفتار
یکساں نظر آتی تھی کہ اچانک بیت المقدس جا پہنچے۔ یہاں جبرائیل
کے اشارے پر براق کو مسجد کے دروازے کے اس حصے سے باندھ دیا
جس سے انبیاء، بنی اسرائیل مسجد اقصیٰ کی حاضری پر اپنی سواریاں
باندھا کرتے تھے (اور جو اس وقت تک بطور یادگار قائم تھا) پھر میں
مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور دو رکعتیں پڑھیں۔ فارغ ہو کر نکلا تو اول
جبرائیل نے میرے سامنے دو پیالے پیش کیے۔ ان میں سے ایک
شراب (نمر) سے لبریز تھا، تو دوسرا دودھ (لبن) سے۔ میں نے
دودھ کا پیالہ قبول کیا اور شراب کا پیالہ مسترد کر دیا۔ جبرائیل نے یہ
دیکھ کر کہا، آپ نے دودھ کا پیالہ قبول کر کے دین فطرت کو اختیار کیا۔
(یعنی خدا کی جانب سے جو میں نے آپ کو یہ دو پیالے پیش کیے تو
دراصل یہ تمثیل تھی دین فطرت اور دین زلیٰ کی۔ مگر آپ نے اس
حقیقت کو پہچان لیا۔ اور دودھ کے پیالے کو قبول فرما کر جو دین
فطرت کی تمثیل تھا، دین فطرت کو قبول فرما لیا۔) اس کے بعد آسمان
کی طرف کا سفر شروع ہوا۔ چنانچہ ایک زینہ (معراج) کے ذریعے
مجھ کو آسمان کی جانب لے جایا گیا۔^(۱) جب ہم پہلے آسمان (سما
دنیا) تک پہنچ گئے، تو جبرائیل نے نگاہ بان فرشتوں سے دروازہ
کھولنے^(۲) کو کہا۔ نگاہ بان فرشتہ نے دریافت کیا: کون ہے؟ جبرائیل
نے کہا: میں جبرائیل ہوں۔ فرشتہ نے دریافت کیا تمہارے ساتھ کون
ہے؟ جبرائیل نے جواب دیا: محمد (ﷺ)۔ فرشتہ نے کہا کیا اللہ کی
طرف سے بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل نے کہا بے شک۔ فرشتہ نے
دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ایسی ہستی کا آنا مبارک ہو۔ جب ہم اوپر
گئے تو حضرت آدم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل نے میری
جانب سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ آپ کے والد (اور نسل انسانی کے
مورث اعلیٰ) آدم (علیہ السلام) ہیں۔ آپ ان کو سلام کہیے۔ میں نے ان کو

(۱) فی روایۃ انسؓ ثم عرج بی وفی روایۃ ابی سعیدؓ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لما فرغت مما کان فی بیت المقدس آتی بالمعراج۔ فلم

ارقط شیفا احسن منه. (فتح الباری، ج: ۴، ص: ۳)

(۲) حافظ ابن جریر فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کے سچے دروازے موجود ہیں۔ اور ان پر محافظ فرشتے مقرر ہیں۔“ لیسما ابواباً

حقیقۃ و حفظة موکلین بها۔ (فتح الباری، ص: ۴، ج: ۳)

کے پیالے پیش کیے گئے، اور میں نے دودھ قبول کر لیا۔ اس پر جبرائیل نے مجھے بشارت سنائی کہ آپ نے دین فطرت قبول کر لیا۔ (یعنی جو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور شفاف ہے۔ عمل میں شیریں اور خوش گوار، اور نتیجے میں بے حد مفید اور احسن ہے۔)

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تم پر شبانہ روز پچاس نمازیں فرض قرار دی گئیں۔ جب میں ان اسرار الہیہ کے مشاہدات سے فارغ ہو کر نیچے اترنے لگا تو درمیان میں موسیٰ (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا: معراج کا کیا تحفہ لائے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں! انہوں نے کہا: تمہاری امت اس بارگراں کو برداشت نہ کر سکے گی۔

اس لیے واپس جائے اور تخفیف کی التجا کیجیے۔ کیوں کہ میں تم سے پہلے اپنی امت کو آزمایا چکا ہوں۔ چنانچہ میں درگاہ الہی میں رجوع ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پانچ کی تخفیف ہو گئی۔ موسیٰ (علیہ السلام) تک لوٹ کر آیا تو انہوں نے اصرار کیا کہ اب بھی زیادہ ہیں اور کم کراؤ۔ اور میں اس طرح چند مرتبہ آتا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ مگر موسیٰ (علیہ السلام) مطمئن نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا کافی تجربہ ہے اور ان کی اصلاح کر چکا ہوں۔ اس لیے مجھے اندازہ ہے کہ آپ کی امت یہ بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ اس لیے تخفیف کے لیے مزید عرض کیجیے۔ میں نے کہا: اب عرض کرتے شرم آتی ہے۔ اب راضی برضا اور اس کے فیصلے کے سامنے سر جھکاتا ہوں۔ جب میں یہ کہہ کر چلنے لگا تو ندا آئی: ”ہم نے اپنا فرض نافذ کر دیا اور اپنے بندوں کے لیے تخفیف کر دی۔ یعنی مشیت ایزدی قبل ہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ امت محمد (ﷺ) پر بصورت اداء اگرچہ پانچ نمازیں فرض رہیں گی مگر ان کا اجر و ثواب پچاس ہی کے برابر ہوگا۔ اور یہ تخفیف ہمارا فضل و کرم ہے۔“

انہی روایات میں ہے کہ میں نے جنت و جہنم کا مشاہدہ کیا اور پھر مشاہدات کی تفصیل بھی منقول ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آسمانی سفر کے بعد آپ واپس بیت المقدس تشریف لائے اور وہیں سب انبیاء علیہم السلام کی امامت

سلام کہا۔ انہوں نے جواب سلام دیتے ہوئے فرمایا: مہرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح ”خوش آمدید برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی۔“ اس کے بعد دوسرے آسمان تک پہنچے اور پہلے آسمان کی طرح سوال و جواب ہو کر دروازے میں داخل ہوئے تو وہاں یحییٰ (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل نے ان کا تعارف کرایا اور کہا کہ آپ سلام پر پیش قدمی فرمائیے۔ میں نے سلام کہا۔ ان دونوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: مہرحبا بالاخ الصالح والبنی الصالح۔ (خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی۔)

پھر تیسرے آسمان تک پہنچ کر یہی مرحلہ پیش آیا اور جب ہم آسمان ثالث تک گئے تو حضرت یوسف (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل نے تقدیم سلام کے لیے کہا، اور میرے سلام کہنے پر یوسف (علیہ السلام) نے بھی جواب سلام کے بعد یہی کلمہ کہا۔ ”خوش آمدید برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی!“۔ بعد ازاں چوتھے آسمان پر اس سوال و جواب کے بعد حضرت ادریس (علیہ السلام) سے ویسی ہی ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون (علیہ السلام) اور چھٹے پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے اسی طرح ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد سابق سوال و جواب کا مرحلہ طے ہو کر جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ جس میں ہر روز ستر ہزار نئے فرشتے (عبادت کے لیے) داخل ہوتے ہیں۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”مبارک! اے میرے برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی!“۔ پھر یہاں سے مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ (اس کے معنی ہیں انتہا کی پیری کا درخت) جس کا پھل (بیر) ہجر کی ٹھلیا کے برابر ہے اور جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے ہیں۔ اس پر ملائکہ اللہ جگنو کی طرح بے تعداد چمک رہے تھے، اور خدا کی خاص تجلی نے اس کو حیرت انگیز طور پر روشن و پر کیف بنا دیا تھا۔

ان مشاہدات کے بعد مجھ کو (دوبارہ) شراب (خمر) دودھ اور شہد

کرائی:

ثم هبط الى بيت المقدس وهبط معه الانبياء
فصلی بهم فيه . الخ (ج: ۵ ، تفسير: ۱۴۱)
والصحيح انه اجتمع بهم في السموات ثم
نزل الى بيت المقدس ثانيا وهم معه وصلی
بهم فيه ثم انه ركب البراق وكر راجعا الى
مكة (تفسير ، ج: ۵ ، ص: ۳) وفي رواية ام
هانی من طريق الكلبي (وهو متروك نمرة
ساقط) في ذكر الاسراء فلما كان قبيل الفجر
اهبنا برسول الله صلى الله عليه وسلم فلما
صلی الصبح وصلينا معه . الخ (من تفسير ابن
كثير، ص: ۱۳۹ ، ج: ۵ ، والدر المنثور، ص: ۱۴۰ ،
ج: ۴)

پھر براق پر سوار ہو کر مراجعت فرمائے مکہ مکرمہ ہوئے۔ اور ایک
کمزور روایت کو اگر مان لیا جائے تو صبح کی نماز مکہ معظمہ ہی میں ادا
فرمائی۔ ﷺ

ملاحظات شب معراج کے عطیے:

صحیح مسلم (۹۷، ج: ۱) وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
سے مروی حدیث میں ہے:

اعطى الصلوات الخمس ، واعطى خواتيم
سورة البقرة وغفر لمن لم يشرك ، بالله من
امنه شيئاً المقمحات .

یعنی ”رسول اللہ ﷺ کو شب معراج اللہ تعالیٰ کی طرف
سے تین عطیے مرحمت فرمائے گئے۔ پانچ نمازوں کی فرضیت
کہ ایک نیکی دس گنا کے اصول پر ثواب پچاس نمازوں کا
ملے گا۔ سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں، جن میں اسلام کے
عقائد اور ایمانیات کی تلقین ہے، اور یہ کہ (عقائد و اعمال کی
مضبوطی کے بعد) بڑے بڑے گناہ معاف فرمادیئے جائیں

گے، بشرطیکہ شرک کا ارتکاب نہ کیا جائے۔“

امت محمدیہ کے نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام:

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج مجھ کو
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اپنی امت کو میرا سلام پہنچا کر پیغام دینا
کہ

”سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله

اكبر لا حول ولا قوة الا بالله“

بہ کثرت پڑھا کریں۔ اسے پڑھنے والے کے لیے جنت میں
باغ تیار ہوتے ہیں۔ (تفسير الدر المنثور: ۵۳/۴)



تقریب صحیح بخاری و تقسیم اسناد ”اہل حدیث کانفرنس“

تقریب صحیح بخاری شریف و تقسیم اسناد ”اہل حدیث کانفرنس“
مؤرخہ 8 جولائی 2011ء بروز جمعۃ المبارک بمقام جامعہ اہل حدیث،
رحمن گلی نمبر 5 چوک دالگراں لاہور میں زیر امارت جناب حافظ
عبدالغفار روپڑی منعقد ہو رہی ہے۔

خطبہ جمعۃ المبارک حافظ عبدالوحید روپڑی صاحب اور بعد نماز عصر
درس بخاری جناب حافظ ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب ارشاد فرمائیں گے۔
جبکہ بعد نماز عشاء جلسہ عام سے درج ذیل علماء خطابات فرمائیں گے:

پروفیسر میاں عبدالمجید، مولانا منظور احمد گوجران والا، قاری
عبدالرحیم کلیم، قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی، مولانا سید سبطین شاہ نقوی،
استاذ العلماء محمد یوسف راجووال، میاں محمد جمیل ایم اے، مولانا محمد
شریف حصاروی، پروفیسر عبدالرحمن لدھیانوی، مولانا عبداللہ ثناء،
پروفیسر عبدالرزاق ساجد و دیگر شامل ہیں۔

نوٹ: خواتین کے لیے پردہ کا انتظام ہوگا۔

منجانب: شہادت طور، جامعہ اہل حدیث لاہور

0300-4583187 / 042-37656730

تعارف اہل حدیث

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

ہو یا حدیث دین کے معاملے میں ادنیٰ انحراف کو بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ہمارا سیدھا سادہ عقیدہ یہ ہے کہ حق و صداقت کو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی میں محصور و منحصر مانو اور سعی و عمل یا فکر و عقیدہ کا جب بھی کوئی نقشہ ترتیب دو تو تابشِ ضو کے لیے اسی آفتاب ہدایت کی طرف رجوع کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات انسانی کے لیے سراج منیر ٹھہرایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَذَاعِيًّا أَلَيْكَ اللَّهُ بِأَذْنِهِ وَبِسِرِّ جَائِزٍ ۝﴾

”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔“ (الاحزاب: ۴۵، ۴۶)

یہاں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ہم کسی طرح بھی تاریخی ارتقاء کے منکر نہیں، اور زمانے کے ناگزیر تقاضوں کے تحت فقہ و کلام کے سلسلے میں ہمارے ہاں جلیل القدر علماء اور ائمہ نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ان سے ذرہ برابر صرف نظر نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فکری و آئینی کاوشیں، امام شافعی رحمہ اللہ کی اصول فقہ و حدیث کی ترتیب، امام مالک رحمہ اللہ کا اصحاب مدینہ کے تعامل کو دست برد زمانہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینا اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی جمع حدیث کی وسیع تر کوششیں ہماری تہذیبی انفرادیت کا زندہ ثبوت ہیں، اور یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر ہم جس قدر بھی فخر و ناز کریں کم ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ اہل حدیث کا تصور دینی جس درجہ سادہ، سمجھ میں آنے والا اور قلب و روح کو حرارت و تپش عطا کرنے والا ہے، یار لوگوں نے اتنا ہی اسے الجھا دیا ہے اور اس کے بارے میں ایسی ایسی غلط فہمیاں پھیلارکھی ہیں۔

سوال کم پڑھے لکھے یا جہال کا نہیں، اچھے خاصے علماء کا ہے۔ ان حلقوں میں اگر کسی جانی پہچانی شخصیت کے بارے میں بھولے سے کسی نے یہ کہہ دیا یا لکھ دیا کہ صاحب وہ ”وہابی“، ”غیر مقلد“ یا اہل حدیث ہے تو نہ پوچھئے صرف اتنا کہہ دینے اور لکھ دینے سے اس کے متعلق طبیعت کس تیزی سے بدل جاتی ہے اور اس کے خلاف نفرت و تعصب کے کتنے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

نفرت و تحقیر کا یہ بادۂ تلخ انگریز کے استعماری مصالح کے علاوہ اور کن کن مقدس باتھوں سے کشید ہوا ہے؟ اور تہمت کی اس سازش میں کس کس نے حصہ لیا ہے؟ کن کن عناصر نے اہل حدیث کے خلاف اس نفسیاتی مہم کو چلانے میں کامیاب کردار ادا کیا ہے؟ یہ ایک مستقل اور علیحدہ موضوع ہے جو مخصوص تحقیق و التقات چاہتا ہے، ہمارے نزدیک اس کے متعلق سر دست تعرض کرنا موزوں نہیں کیوں کہ ع ”اُس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں“

تاہم اتنی بات کہہ دینے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں کہ نفرت کی یہ مہم پورے زور و شور اور تنظیم کے ساتھ آج بھی جاری ہے، حالاں کہ جماعت اہل حدیث کے عقائد اور سرگرمیاں اور کارنامے کوئی چیز بھی تو ڈھکی چھپی نہیں اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس میں اسلامی نظریہ و تصور سے کسی درجہ میں بھی انحراف پایا جائے، بلکہ یوں کہنا چاہیے ہم تو معتبور اور مستوجب تعزیر ہی اس بنا پر ہیں کہ ہم فقہ ہو یا کلام، تفسیر

تو آیا یہ کوئی جرم، گناہ یا معصیت ہے؟ اور اگر یہ جرم اور معصیت ہے تو ہمیں اقرار ہے کہ ہم وابستگان دامن رسالت اور اسیرانِ حلقہ نبوت مجرم اور گناہ گار ہیں۔

تقلید وعدم تقلید کا مسئلہ دراصل فنی و علمی سے زیادہ نفسیاتی ہے، سوال یہ ہے کہ ٹھیکہ اسلام کی رو سے ہماری اولین ارادت کا مرکز کون ہے؟ ہماری پہلی اور بنیادی وابستگی کس سے ہونی چاہیے، اور پیش آمدہ مسائل میں، مشکلات کے حل و کشود کے سلسلے میں ہمیں اول اول کس کی طرف دیکھنا چاہیے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی چشم کشا اور ابدی تعلیمات کی طرف یا فقہی مدارس فکر کی وقتی اور محدود تعبیرات کی طرف؟ اس سے قطع نظر کہ تقلید سے فکر و نظر کی تازہ کاریاں مجروح ہوتی ہیں، اور اس سے بھی قطع نظر کہ اس سے خود فقہ و استدلال کے قافلوں کی تیز رفتاری میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، اور تہذیب و فن کی وسعتیں، زندگی، حرکت اور ارتقاء سے محروم ہو جانے کے باعث حد درجہ سمٹاؤ اختیار کر لیتی ہیں، اصل نقص اس میں یہ ہے کہ اس سے عقیدہ و محبت کا مرکز ثقل یکسر بدل جاتا ہے، یعنی بجائے اس کے کہ ہماری ارادت و عقیدت کا محور و قبلہ اول و آخر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ رہے، ہماری عصیتیں مخصوص فقہی مدارس سے وابستہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور غیر شعوری طور پر قلب و ذہن اس بات کے عادی ہو جاتے ہیں کہ بحث و تحقیق کے مسئلے میں کتاب و سنت سے کسی نہ کسی طرح مسائل کی وہی نوعیت ثابت ہو جو ہمارے حلقے اور دائرے کے تقاضوں کے عین مطابق ہو حالاں کہ اللہ اور رسول ﷺ سے ربط و تعلق کی کیفیتیں معروضیت (Objectivity) چاہتی ہیں اور اس بات کی مقتضی ہیں کہ ہر مسئلے اور امر میں نقطہ نظر کسی خاص مدرسہ فکر کی تائید و حمایت کرنا نہ ہو بلکہ اس شے کی تصدیق مقصود ہو کہ اخذ و قبول کے لحاظ سے کون سی صورت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب تر ہے۔

ممکن ہے اس پر کوئی صاحب کہہ انھیں کہ مسائل پر غور و فکر کرنے کا یہ تو محض ایک انداز ہو یا زیادہ سے زیادہ اہل حدیث کی نفسیات

ہم حق کو ان سب مدارس فکر میں جن کی ان بزرگوں نے بنیاد رکھی، دائر و سائر تو مانتے ہیں لیکن محصور و منحصر کسی میں بھی نہیں جانتے کیوں کہ ہمارے نقطہ نگاہ سے صحت و صواب کی استواریاں غیر مشروط طور پر صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔“

ہمارے عقیدے کی رو سے استدلال و تاویل کا یہی دو چیزیں نقطہ آغاز ہیں اور یہی نقطہ آخر، دوسرے لفظوں میں سورہ نساء کی اس آیت کو ہم (Preamble) قانونی اساس سمجھتے ہیں، اس آیت ہی کے لب و لہجہ میں علماء سے کہتے ہیں کہ ہر ہر متنازع فیہ مسئلے میں اول و آخر کتاب و سنت ہی کی طرف رجوع کیجیے، تقلید و عدم تقلید کی اصطلاح میں پڑے بغیر کہ اس میں قدرے الجھاؤ اور جھول ہے، ہم محبت و وفا کی زبان میں دعویٰ دارانِ عشق رسول (ﷺ) سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ خدا را آپ ہی بتائیے اگر کسی گروہ نے یہ فیصلہ ہی کر لیا ہو کہ طلب و آرزو کے دامن کو وہ صرف انہی گل بوٹوں سے سجائے گا جو قرآن و سنت کے سدا بہار دبستان میں نظر افروز ہیں اور کچھ لوگوں نے از راہ شوق یہی مناسب جانا ہو کہ ان کی نظر اگر کسب ضو کرے گی تو انہی انوار و تجلیات سے جو چہرہ نبوت کی زیب و زینت ہیں یا زمان و مکان کے فاصلوں کو ہٹا کر اگر کوئی بے تاب اور متجسس نگاہ اسی جمال جہاں آراء کا براہ راست مشاہدہ کرنا چاہتی ہے جس کی جلوہ آرائیوں نے عشاق کے دلوں میں پہلے پہل ایمان و عمل کی شمعیں فروزاں کیں

اور غیر مر جٹھ دو گروہوں میں بٹ گئے اور یونانی علوم کے فروغ و ارتقا نے اعتزال و جہیت کی تخلیق کی۔ جس نے صدیوں تک مسلمانوں کو گونا گوں عقلی اختلافات میں الجھائے رکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ علمی و دینی حلقوں میں بیسیوں نئے مسئلے پیدا ہو گئے، صفات باری عین ذات ہیں یا غیر۔ استواء علی العرش کے کیا معنی ہیں، قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق، قدرت و استطاعت افعال سے پہلے ہے یا ان کے ہم قرین ہے، انسان مجبور ہے یا مختار، اللہ تعالیٰ محالات پر قادر ہے یا نہیں، خلق شے سے کیا مراد ہے، خرد سال اطفال قیامت کے روز عذاب کا ہدف بنیں گے یا نہیں، جنت و دوزخ عارضی ہیں یا دائمی، روح کیا ہے؟

یہ اور اس نوع کے عجیب و غریب مسائل جن کی وجہ سے اسلامی صفوں میں انتشار و تشنت کا پیدا ہونا ناگزیر تھا، اسی دور میں غنوصیت (Gadticism) نے جس کے ماننے والے عراق میں کثرت سے تھے۔ تصوف کو حریفانہ شکل میں پیش کیا اور تقدس و ریاضت کے بہروپ میں اس یقین کو دلوں میں اتارنے کی کوشش کی کہ علوم نبوت کے مقابلے میں عرفان و ادراک کا ایک اور یقینی ذریعہ کشف بھی ہے جس کی مدد سے براہ راست حقائق کو نیوہ و دینیہ کا پالینا ممکن ہے۔

قریب قریب یہی وہ زمانہ ہے جس میں فقہی مذاہب مدون و مرتب ہوئے اور ان کے پُر جوش حامی ایک دوسرے کے مقابل میں صف آراء ہوئے اور باقاعدہ مناظرہ و جدل کی بنیاد پڑی، اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ عصمتیں ابھریں، حلقے بنے اور آخر میں تقلید و جمود نے اسلامی معاشرے کی اکثریت کو اپنی پلیٹ میں لے لیا۔

یہاں غور طلب یہ نکتہ ہے کہ گمراہیوں کے اس ہجوم میں اسلام کی فطرت میں اصلاح احوال کی جو قدرتی صلاحیتیں تھیں کیا وہ چپ چاپ یہ تماشا دیکھتی رہیں، اور کسی گروہ، کسی جماعت کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ ان انحرافات کی نشان دہی کرے اور یہ بتائے کہ ان گمراہیوں کے مقابلے میں اسلام کا صحیح صحیح موقف کیا ہے؟ خوش قسمتی سے واقعہ یہ نہیں ہے، تاریخ و سیر سے سرسری واقفیت رکھنے والے

دینی کی تشریح ہوئی۔ لیکن حل طلب سوال تو یہ ہے کہ صرف انداز فکر اور اسلوب استدلال سے کوئی مذہب یا مسلک کب متعین ہوتا ہے، مسلک اور مذہب کی تعیین کے لیے ضروری ہے کہ اہل حدیث کے مخصوص مابعد الطبیعیاتی تصورات ہوں، علیحدہ اور ممیز علم الکلام ہو اور کتاب و سنت کی واضح تعلیمات پر مبنی اپنا علم الفقہ ہو اور اسی کی روشنی میں ان کی خاص تاریخ ہو جس سے کہ ان کے ارتقاء علمی کا پتا چل سکے، اور معلوم کیا جاسکے کہ ماضی قریب و بعید کے مختلف ادوار میں انہوں نے مذہب و دین کی تشریح و تعبیر کے سلسلے میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، یا اسلامی تہذیب و تمدن کی نشاط آفرینیوں میں ان کا کیا حصہ ہے؟

اعتراض بظاہر بہت وزنی ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ہمارا مسلک واقعی ”مذاہب مدونہ“ کی فہرست میں شامل نہیں۔ یہ ایک مذہب ہے جس کے اصول اور کلامی و فقہی پیانے گو متعین ہیں تاہم اصطلاحی معنوں میں یہ مذہب نہیں ہے۔ اس کے ماننے والوں کے باقاعدہ معمولات ہیں اور عقیدہ و عمل کا متعین قالب ہے، مگر اسے کسی لحاظ سے بھی گروہ نہیں کہنا چاہیے، اسی طرح اس کی اصلاح و تجدید کے کارناموں پر مشتمل اپنی ایک تابناک تاریخ بھی ہے لیکن یہ تاریخ صرف انہی کی تاریخ نہیں ہے، اسے پورے اسلام کی تاریخ قرار دینا چاہیے۔

بظاہر یہ بات حد درجہ تضاد لیے ہوئے ہے لیکن ذرا غور کیجیے گا تو معلوم ہوگا کہ اسی تضاد میں اس کا حل بھی مضمر ہے، کون نہیں جانتا کہ پہلی صدی ہجری کے آخر ہی میں اسلام کو شدید نوعیت کے دینی و سیاسی انحرافات سے دوچار ہونا پڑا۔ اور تیسری صدی ابھی اختتام کو نہیں پہنچی تھی کہ ان انحرافات نے شدید نوع کے تعصبات کا روپ دھار لیا، اسی عرصے میں مسئلہ امامت و خلافت کی وجہ سے شیعیت ابھری اور اس کے پہلو بہ پہلو ایک تاریخی حادثے کی بناء پر خارجیت نے جنم لیا جس نے آگے چل کر مستقل فتنے کی شکل اختیار کر لی۔ انہی سیاسی اختلافات نے ارجاء کی مصلحتوں کو ہوا دی اور مسلمان مر جٹھ

انجام پائیں، ہماری ہیں۔ ان کا علم الکلام ہمارا علم الکلام ہے، ان کی فقہ ہماری فقہ ہے اور ان کی تاریخ ہماری تاریخ ہے۔

لیکن اس کے باوجود ہم نے کسی متعین مدرسہ یا فقہ یا علم الکلام کے کسی بنے بنائے اصولوں کو اس بنا پر اپنانے کی کوشش نہیں کی ہے کہ مبادا ہماری عصیتیں بھی اپنا محور بدل لیں اور بجائے اس کے کہ عقیدت و وابستگی کے داعیے براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے وابستہ رہیں، ہم بھی اس تضاد کا شکار ہو کر نہ رہ جائیں کہ جس کا ماضی میں تمام فقہی و کلامی مذاہب شکار ہوئے ہیں۔

گویا ہماری نفسیات دینی اور ہمارے جذبہ حب رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ فکر و عمل کی کسی صورت میں بھی ہم بجز کتاب اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کے اور کسی تقید، کسی تقلید اور انتساب کو اپنے لیے گوارا نہ کریں، اور زبان و مکان اور اشخاص و ائمہ سے قطع نظر ہر اس سچائی کو اپنائیں، ہر اس استدلال کو تسلیم کریں اور تجدید و اصلاح کی ہر اس کوشش کو سراہیں جو قرآن و حدیث پر مبنی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسی حال میں ہمیں زندہ رکھے اور جذب و کیفیت کے اسی جاں فزا عالم میں موت سے دوچار کرے، آمین۔

حضرات بھی جانتے ہیں کہ بفحوائے حدیث رسول ﷺ ہر دور میں ایسے لوگوں کا وجود رہا ہے کہ جنہوں نے کلمہ حق کا برملا اظہار کیا ہے، جنہوں نے تجدید و اصلاح کی ذمہ داریوں کو سنبھالا ہے، اور اسلام کے چہرہ زیبا سے بدعات کے گرد و غبار کو دور کرنے کی مقدور بھر مساعی جاری رکھی ہیں، جنہوں نے ذخائر حدیث کی حفاظت کی اور جنہوں نے عقائد کی پیچیدگیوں کو سلجھایا اور مروجہ فقہی مذاہب کے مقابلے میں سنت پر مبنی، سنت سے مستنبط اور سنت سے قریب تر مسائل کی طرف فقہاء کی عنان توجہ و التفات کو موڑ دینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ گروہ اہل الحدیث والسنۃ کا ہے۔

امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے مقالات الاسلامیین کی پہلی جلد کے آخر میں تقریباً پانچ صفحات میں اس گروہ کے عقائد و سیرت کا ایک دلچسپ اور دل نواز نقشہ پیش کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے وسط تک اہل الحدیث والسنۃ کے سامنے کلام و فقہ کے کیا کیا مسائل تھے، اور ان حضرات نے ان مسائل کو کیوں کر حل کیا۔ ہم اس سلسلے میں دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اصلاح و تجدید کی یہ تمام کوششیں جو مختلف حلقوں اور مختلف زمانوں میں فقہ و کلام کی طرف طرازیوں کو کتاب و سنت کے سانچوں میں ڈھالنے کی غرض سے

ہفت روزہ

الاعتماد کی اشاعت خاص

بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مہسود جیلانی

خصوصیات

سوانح، شخصیت، ۶۰ سالہ علمی سنگ و تاز، صحافتی اور ملی خدمات، سیاسی کردار، کے علاوہ، منتخب خطوط، ناؤ تحریریں، اور منظوم خراج عقیدت

1230 صفحات، ولایتی بائبل پیپر، چہار رنگہ دیدہ زیب سرورق، مضبوط جلد

نامور اہل علم و قلم کی یادگار تحریریں، مولانا کے نیاز مندوں کے حقیقت پر مبنی تاثرات اور علمی خطوط اس خصوصی اشاعت کی زینت ہیں۔

قیمت

500/=

روپے

رابطہ کے لیے

54000 محل روڈ لاہور

ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور

28 رجب المرجب 1432ھ (917) یکم تا 07 جولائی 2011ء

جناب بشیر انصاری ایم، اے جماعت اہل حدیث کے ایک تجربہ کار صحافی

محمد اشرف توقیر، فاضل پور، گوجراں والا

الطبع شخصیت ہیں۔ ویسے تو انصاری صاحب کو طالب علمی کے دور سے ہی صحافت سے خاصی دلچسپی رہی ہے۔ ۱۹۶۰ء میں جب آپ اسلامیہ کالج گوجراں والا میں زیر تعلیم تھے تو اس وقت کالج کے ترجمان میگزین ”کاروان“ اور پنجاب یونیورسٹی میں ”المیزان“ کے مدیر رہے۔ اس کے بعد ہفت روزہ المیوم، ہفت روزہ الاسلام لاہور اور اس کے بعد اب تک وہ ہفت روزہ اہل حدیث کا منصب صدارت سنبھالے ہوئے ہیں۔

۱۹۹۰ء سے محترم انصاری مسلک اہل حدیث کے داعی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

ترجمان الحدیث لاہور کی مجلس ادارت کے رکن اور ماہنامہ ”والضحیٰ“، ماہنامہ ”جنة الماویٰ“ گوجراں والا کے مدیر اعلیٰ بھی رہے ہیں۔

جناب انصاری کا شمار ملک کے نامور ادیبوں اور صحافیوں میں ہوتا ہے۔ مدیران رسائل و جرائد میں انہیں ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور ان کی صحافتی زندگی کم و بیش نصف صدی پر محیط ہے۔ اور ان کے قلم کی جولانیاں ادبی دنیا میں ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جہاں ان کے ادارے بڑے جاندار، شاندار اور معلوماتی ہوتے ہیں وہاں ان کے علمی اور تحقیقی مقالات بھی خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ہفت روزہ ”الاسلام“ اور ہفت روزہ ”اہل حدیث“ کے مدیر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے کئی ممالک کے دورے کر چکے ہیں۔ خصوصاً حکومت سعودیہ کی دعوت پر سعودی عرب کے کئی مرتبہ دورے کیے ہیں۔ حج اور عمرہ کی سعادتوں سے بھی مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔

ایک ادیب اور نامور صحافی محترم جناب بشیر انصاری صاحب میاں کریم بخش کے گھر ۱۸ ستمبر ۱۹۳۲ء کو بھارت مشرقی پنجاب کے ضلع امرتسر کے ایک گاؤں بھنگواں متصل جنڈیالہ میں پیدا ہوئے۔ جب اس خطہ ارض پر ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو خداداد مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی تو انصاری صاحب اپنے خاندان کے ہمراہ جنڈیالہ سے ہجرت کر کے گوجراں والا میں آ کر چاہ شاہاں آبادی حاکم رائے میں آباد ہو گئے۔ اور اپنے محلہ کی عظیم دینی دانش گاہ جامعہ اسلامیہ میں قاری محمد یحییٰ بھوجیانی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ کیا۔ ساتھ ہی حضرت مولانا محمد علی جانناز سے بھی علمی استفادہ کرتے رہے۔

یہ مدرسہ آپ کے انصاری خاندان کی ایک معروف شخصیت حاجی محمد ابراہیم انصاری نے ۱۹۴۹ء میں قائم کیا تھا جو الحمد للہ آج تک کامیابی کے ساتھ جاری ہے اور طلباء قرآن و سنت اس چشمہ صافی سے سیراب ہو کر ملک کے اطراف و اکناف میں شرک و بدعت کی تاریک سرزمین میں توحید و سنت کی شمع فروزاں کر رہے ہیں اور یہ حاجی صاحب رحمہ اللہ کے لیے ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بابرکت دینی درس گاہ کو قیامت تک آباد و شاد رکھے اور اس کے جملہ خدمت گزاروں کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

انصاری صاحب نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور ایم اے علوم اسلامیہ کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ جناب انصاری کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ ملک اور بیرون ملک جماعتی و غیر جماعتی احباب ان کو بالواسطہ یا بلا واسطہ جانتے ہیں۔ خندہ پیشانی سے ملتے ہیں کیوں کہ وہ متواضع، خوش اخلاق، خوش گفتار، نرم مزاج، مہمان نواز اور شریف

یہ کتاب معتبر، معزز اور محترم شخصیات کے بلند پایہ خطوط پر مشتمل ہے۔ جس کو انصاری صاحب نے بڑی محبت اور محنت سے شائع کر کے بزرگوں کی یاد تازہ کر دی ہے۔ انصاری صاحب کا ان ممتاز شخصیات کے خطوط کو ایک متاع عزیز سمجھ کر سنبھال کر رکھنا اور پھر منصفہ شہود پر لانا، انصاری صاحب کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اور سب سے بڑھ کر انصاری صاحب کا علمائے کرام اور اصحاب فکر و نظر سے تعلق خاطر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بلاشبہ انصاری صاحب نے علمائے کرام کے خطوط کو منظر عام پر لا کر انتہائی قابل قدر اور قابل دید کام کیا ہے۔ اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مساعی جلیلہ کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے۔

۴: الاسلام ڈائری: یہ ڈائری کاروان عمل بالحدیث کے جذبول اور ولولوں کی آئینہ دار ہے اور یہ ڈائری علامہ احسان الہی ظہیر رحمہ اللہ کی تحریک پر اہل حدیث پہلی کیشنز ۱۰۶ راوی روڈ لاہور کے زیر اہتمام ۱۹۸۳ء سے لے کر اب تک مسلسل ہر سال باقاعدگی سے شائع ہو رہی ہے۔

اس ڈائری کی چند خاص اور نمایاں خصوصیات ملاحظہ فرمائیں:

- ۱: اس ڈائری کا ہر صفحہ افکار کتاب وسنت سے مزین ہے۔
 - ۲: مسنون دعائیں، حج، عمرہ، نماز اور جنازے کا مسنون طریقہ
 - ۳: دائمی اوقات نماز، نقشہ، اوقات سحری و افطاری
 - ۴: وفیات الاعیان، تاریخ اور مختصر تعارف
 - ۵: قائدین علمائے کرام اور احباب جماعت کے پتے اور فون نمبرز
 - ۶: غیر ممالک میں مقیم احباب جماعت کے پتے اور فون نمبرز
 - ۷: اہم دینی مدارس کے پتے اور فون نمبرز
 - ۸: غیر ملکی سفارت خانوں سے ویزہ اور معلومات کے لیے فون نمبرز
 - ۹: دنیا کے منتخب ممالک کے دارالحکومت، کرنسی اور اوقات وغیرہ شامل ہیں۔
- اللہ کریم سے دعا ہے کہ انصاری صاحب کی عمر میں برکت فرمائے اور انھیں تاثیر صحافتی و مسلکی خدمات انجام دینے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

محترم انصاری صاحب کتب کے شائع کرنے کا بھی ایک خاص اور عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ جب کبھی دیگر امور و معاملات سے فرصت ملتی ہے تو کوئی نہ کوئی کتاب تصنیف و تالیف کرتے ہیں اور اسے شائع کر کے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر لیتے ہیں۔

جناب انصاری صاحب کی تالیفات:

۱: تحریک اہل حدیث افکار و خدمات: یہ کتاب ۳۸۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ جنوری ۱۹۹۹ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ۱۰۶ راوی روڈ لاہور نے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

محترم انصاری صاحب نے اس کتاب میں تحریک اہل حدیث کے خدوخال کو نمایاں کیا ہے اور تحریک اہل حدیث کے شاندار ماضی کی ایک جھلک، حال کا تذکرہ، روشن مستقبل کی نشان دہی، عقائد اہل حدیث اور خدمات اہل حدیث کا یادگار، دلکش، دل فریب تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب ایک قیمتی گوہر اور موتیوں کا خزانہ ہے۔ ہر لائبریری کی زینت اور ہر اہل حدیث کی ضرورت ہے۔

۲: نجات کا راستہ: اس کتاب کے ۱۸۴ صفحات ہیں۔ اس کتاب کو حاجی عبدالقیوم شیخ ماڈل ٹاؤن گوجران والا نے جون ۲۰۰۵ء میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا ہے۔ یہ کتاب ایک نہایت مفید کاوش ہے جس میں عقائد کی اصلاح، اعمال و اخلاق کی تطہیر و تزکیہ، دین و دنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں کا انحصار بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یقیناً انصاری صاحب کی یہ کوشش جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ایک روشنی کی کرن ہے۔ جس کا ہر مسلمان کو ایک دفعہ ضرور بہ ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

۳: مشاہیر کے خطوط: یہ کتاب ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی شہرت ملک اور بیرون ملک سنائی دے رہی ہے۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے لے کر اب تک ہفت روزہ اہل حدیث اور دیگر رسائل میں تاثرات اور مشاہدات شائع ہو رہے ہیں جو کتاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے دو مکتوب

محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ

زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر محیط تھا اور اس خاص نمبر کے تمام مضامین سے بڑا تھا، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے اپنے مکتوب میں اس مضمون کے بعض مندرجات کا حوالہ دیا ہے۔

اس سے تقریباً چھ سال بعد اکتوبر ۲۰۱۰ء میں پھر ان کا ایک طویل مکتوب موصول ہوا۔ انہی دنوں وہ خود بھی لاہور تشریف لائے اور از راہ کرم دومرتبہ غریب خانے پر بھی رونق افروز ہوئے۔ ایک مرتبہ دن کو تین بجے چائے پر اور دوسری مرتبہ رات کے کھانے پر.....! لاہور سے تعلق رکھنے والے سات آٹھ اور دوست بھی ان کے ہمراہ تھے۔ رات کو دیر تک ان سے گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ میری بعض تحریروں میں میرے قدیم وطن کوٹ کپورہ کا بھی ذکر ہے، اسے پڑھ کر وہ وہاں بھی گئے اور وہاں کے موجودہ حالات کا تذکرہ انھوں نے خط میں بھی کیا اور زبانی گفتگو میں بھی بہت سی باتیں بتائیں۔ یہ تذکرہ میرے لیے انتہائی دلچسپی کا باعث تھا، اس لیے کہ وہ میرا آبائی وطن ہے۔ میرا بچپن وہیں گزرا، میں وہیں جوان ہوا اور تیس چوبیس سال کا عرصہ اس شہر کی گلیوں اور بازاروں میں گھومتے ہوئے گزرا۔ میں نے وہاں سیاست بھی کی اور آزادی وطن کے لیے قید بھی ہوا۔ میری بے شمار یادیں اس شہر سے وابستہ ہیں۔ اس شہر کے متعلق باتیں کرنے والے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں تقیم ملک کے بعد وہاں گیا نہیں، مگر وہاں پلا بڑھا تو ہوں۔

مکتوب میں حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی بعض تصانیف کا بھی ذکر ہے اور میری کتاب ”تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری“ کے بارے میں بھی اظہار رائے کیا گیا ہے جو مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی طرف سے معرض اشاعت میں آئی۔

ہندوستان کا صوبہ یوپی بہت سے اضلاع پر مشتمل ہے اور تقریباً ہر ضلع میں علمائے دین اچھی خاص تعداد میں موجود ہیں جو حالات کے مطابق تصنیفی، تالیفی اور تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان اضلاع میں ایک ضلع مظفرنگر ہیں۔ اسی ضلع میں مولانا عبدالغفار حسن مرحوم کا قصبہ ”عمر آباد“ تھا۔ مولانا ممدوح کے آبا و اجداد علم و عمل کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس خاندان کے تقریباً تمام اکابر و اصغر کا تذکرہ میں اپنی تین کتابوں (دبستان حدیث، گلستان حدیث اور برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن) میں خاصی تفصیل سے کر چکا ہوں۔

مظفرنگر کے ضلع ہی میں ایک قصبہ ”کاندھلہ“ ہے۔ اس میں بھی تقسیم ملک سے بہت قبل سے علمائے کرام کا ایک بڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔ یہاں کے ایک ممتاز عالم مفتی الہی بخش کاندھلوی تھے جو قمری حساب سے ۱۱۶۲ھ کو پیدا اور ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ کو فوت ہوئے۔ ان کے نام کی وہاں ”مفتی الہی بخش اکیڈمی“ قائم ہے، جس کے موجودہ ناظم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ہیں، جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور ”احوال و آثار“ کے نام سے ان کا ایک سہ ماہی مجلہ بھی شائع ہوتا ہے۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی سے طویل مدت سے میرے مراسم قائم ہیں۔ جب میں ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمت سرانجام دیتا تھا، وہ ایک مرتبہ ملاقات کے لیے دفتر تشریف لائے تھے۔ دسمبر ۲۰۰۵ء میں ان کا مکتوب گرامی آیا، جس میں انھوں نے میری بعض تصانیف اور مضامین کا تذکرہ کیا۔ ”الاعتصام“ کے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نمبر میں میرا ایک طویل مضمون شائع ہوا تھا جو مولانا مرحوم و مغفور کی ذاتی، خاندانی اور تدریسی و تصنیفی

غزنوی پر مضامین، دہلی کے اردو روزنامہ ”قومی آواز“ نے قسط وار چھاپے ہیں، ان کا مطالعہ اب تک تازہ ہے۔ مگر خاصی کوشش کے باوجود ان کا کتابی نسخہ دست یاب نہیں ہوا۔ ”الاعتصام“ کے مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب بھوجپائی نمبر میں آپ کا مفصل مضمون پڑھا اور اس سے فائدہ اٹھایا، اسی کی وجہ سے یہ سطور لکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ چند معروضات پیش ہیں:

۱: آں جناب نے ٹھنڈہ کے بابا رتن کے خادموں کے ایک خاندان مقيم چک نمبر ۵۳ گ ب کا ذکر کیا ہے (ص: ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۰) (بابا رتن کے متعلق ائمہ حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کا دعویٰ صحابیت بے اصل اور ناقابل قبول ہے۔ ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں، رجال و طبقات کی قدیم و جدید کتابوں میں جو کچھ ملا اس کا خاصا حصہ دیکھا ہے۔ مولانا (مناظر احسن) گیلانی کا مفصل مضمون (جو بعد میں کتابی صورت میں چھپا) وہ بھی سامنے رہا مگر بات جوں کی توں ہے۔ اگر صحابیت کے دعویٰ سے قطع نظر ان کے متعلق کچھ معتبر مواد یا ان کے خلاف یا سجادگان کے یہاں کچھ قدیم دستاویزات یا آثار ہوں تو ان کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں، اس ضمن میں اپنی معلومات اور اس خانوادہ کے کسی بازو ق فرد کے پتے سے آگاہ فرمائیں۔

۲: مشرقی پنجاب کے سلسلے میں ایک اور تحقیق طلب سوال موضع براس کے قدیم آثار کا ہے۔ براس میں ایک بہت بڑا ٹیلہ تھا جو اگرچہ کٹ کٹا کر آدھے سے بھی کم رہ گیا ہے، مگر اب وہاں چار دیواری وغیرہ بھی بن گئی ہے، یہاں انبیاء علیہ السلام کے مزار بتائے جاتے ہیں، لیکن اس کا کوئی تاریخی علمی ثبوت نہیں ملتا، چند مکاشفات بیان کیے جاتے ہیں جو کسی پہلو سے بھی قابل قبول نہیں۔ اس پر اگر کوئی مستند نئی پرانی کتاب یا مضمون ہو تو اس کی بھی نشان دہی فرمائیے۔

۳: مولانا عبدالجبار صاحب سے مولانا عبدالغفار صاحب عمر پوری تک اس خاندان کی علمی دینی خدمات کی تفصیلات کی ضرورت ہے۔ مولانا ابوبکی امام خاں نے ان کا تذکرہ کیا ہے مگر وہ نام تمام

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اپنے وطن تشریف لے گئے تو اس سے ایک مہینے کے بعد نومبر ۲۰۱۱ء میں انھوں نے مجھے ٹیلی فون کیا کہ آپ سے آپ کے دیرینہ دوست گیانی ذیل سنگھ (سابق صدر ہندوستان) کے پوتے کتار سنگھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چناں چہ کتار سنگھ سے ٹیلی فون پر میری گفتگو ہوئی اور میں نے اپنے قدیم وطن کے بارے میں ان سے کئی باتیں پوچھیں۔ میں ۲۱۔ اگست ۱۹۴۷ء کو وہاں سے نکلا تھا، اس کے بعد ہندوستان نہیں جاسکا، حالانکہ وہاں کے مختلف علمی اداروں کی طرف سے دعوت نامے آئے، انفرادی دعوت نامے بھی آئے لیکن میں ان دعوت ناموں کی تعمیل نہیں کرسکا۔ بہر حال کتار سنگھ نے مجھے فون پر بتایا کہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے مسلمان یہاں آکر آباد ہوئے ہیں اور کاروبار کر رہے ہیں۔ شہر میں بعض مقامات پر وہ لوگ مسجدیں بھی تعمیر کر رہے ہیں۔ ایک مسجد پرانے قلعے کے قریب تعمیر ہو رہی ہے جو خاصی بڑی مسجد ہے۔ کتار سنگھ کی یہ بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔

اب مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے دو مکتوب ملاحظہ فرمائیے جو خالص علمی اور واقعاتی و تاریخی نوعیت کے ہیں۔ (محمد اسحاق بھٹی)

۱۶/۱۱/۱۴۲۶ھ

محترم و مکرم

عالی جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب مد فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آں جناب کی تصانیف و مضامین سے دلچسپی کا رشتہ پرانا ہے۔ تذکرہ فقہائے ہند، ہندوستان میں اسلام کے اوّلین نقوش خاص طور سے پڑھیں، اخبارات و رسائل میں شائع شدہ آپ کے بیسیوں مقالات و مضامین سے بھی استفادے کا موقع ملا۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ کا مجلہ بھی کبھی کبھی نظر سے گزرتا رہا، اور ادارہ ثقافت اسلامیہ کے دفتر میں ایک مرتبہ نیاز بھی حاصل کیا تھا۔ جناب کی بعض کتابیں یہاں ہندوستان میں بھی چھپی ہیں، گیانی ذیل سنگھ اور مولانا داؤد

اب مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کا دوسرا مکتوب ملاحظہ ہو جو انھوں نے ۲۶- اکتوبر ۲۰۱۰ء کو تحریر فرمایا:

۱۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ

محترم و مکرم عالی جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب مد فیضکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم سطور، تقریباً تیس بتیس سال سے، آں محترم کی تحریریں اور تصانیف پڑھتا اور ان سے استفادہ کرتا رہا ہے۔ تقریباً تین سال پہلے رتن ہندی کے متعلق بعض معلومات کے لیے بھی ایک خط لکھا تھا اور ایک سال ہوا ہوگا کہ آپ کی تصنیف ”تذکرہ مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری“ کا ایک حوالہ نظر سے گزرا تھا، اس وقت سے اس کے مطالعہ کا اشتیاق تھا۔ لاہور سے منگوائی، پرسوں ملی اور کل تک پوری کتاب حرفاً حرفاً، بلکہ بعض اجزاء مکرر بھی پڑھ لیے۔

مجھے حضرت قاضی صاحب سے بہت بچپن سے دلی ارادت و محبت ہے۔ زمانہ طالب علمی میں ان کی مبارک تصنیف رحمۃ اللعالمین (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی، اس کے بعد بار بار پڑھنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ یہ مبارک تالیف ہندوستان میں بھی اس موضوع کی مقبول ترین کتابوں میں سے ہے۔ اور ناشرین کے علاوہ، اس کے دس پندرہ ایڈیشن تو دیوبند کے ناشرین نے شائع کیے ہیں، اور بھی جگہ جگہ سے موقع بہ موقع چھپتی رہتی ہے۔

قاضی صاحب کی اور بھی کئی کتابیں اللہ کے فضل و کرم سے مطالعہ سے گزری ہیں، ”غایۃ المرام“ کے دونوں حصوں کا پہلا ایڈیشن ہمارے ذخیرے میں ہے اور ان کی کتاب ”برہان“ بھی! جناب کو علم ہوگا کہ ”برہان“ کو ہندوستان کے مشہور صحافی اور عیسائیت کے فاضل، مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب نے ایڈٹ کر کے شائع کرا دیا تھا۔ قاضی صاحب کے سفر نامہ حج کا پہلا ایڈیشن بھی میں نے پڑھا ہے، اور احوال اصحاب بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کتاب بھی۔ بہر حال جناب کی اس تالیف سے مجھے بہت فائدہ ہوا، قاضی صاحب کی نسبت اکثر معلومات مل گئیں، اور بعض ایسی نادر چیزیں بھی ملیں جن کی ایک

سا ہے، یہ عمر پور ہمارے ضلع مظفرنگر کا ایک قصبہ تھا جو گاؤں سا رہ گیا ہے۔ یہاں کاندھلہ سے تقریباً تیس کلومیٹر ہوگا، مجھے اس خانوادے کے علماء میں سے موجودہ اصحاب کے پتوں اور ان کے احوال پر مراجع کی بھی ضرورت ہے۔

۴: کیا مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کا کوئی مفصل و معتبر تذکرہ چھپا ہے اور کیا مولانا کے اخلاف کے یہاں مولانا کے متعلق قدیم غیر مطبوعہ سرمایہ موجود ہے؟ مولانا بٹالوی کاندھلہ کے ایک بڑے عالم، مولانا نور الحسن کاندھلوی کے بھی شاگرد تھے۔

۵: آں جناب کی تصانیف سے ”برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش“ نہایت مفید کتاب ہے، ہندوستان میں بھی اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، ہندی ترجمہ بھی ہوا تھا، اس کی اشاعت کا علم نہیں۔ یہ طباعتیں پاکستانی طباعت کا عکس ہیں، میرے پاس ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۴ء کی طباعت ہے۔ اس کتاب کوئی کمپوزنگ، مکمل اشاریہ اور چند توضیحات کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، لیکن میرے ناچیز خیال میں اگر اس کے نام میں بھی کچھ تبدیلی ہو جائے تو شاید بہتر ہو، اس کا نام ”برصغیر ہند، پاکستان، بنگلہ دیش میں آئے صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین یا اس طرح کا کوئی نام ہو جس سے اس کے مندرجات کی طرف فوراً توجہ ہو اور جناب والا نے اس میں نئی طباعت کے لیے کچھ ترمیمات اور اضافے کیے ہوں، ان کا عکس مل جائے تو اس سے بھی فائدہ اٹھایا جائے گا۔

گیانی ذیل سنگھ پر آں جناب کا طویل مضمون، یا مختصر تالیف رضا لاہیری رام پور کے مجلہ میں گزشتہ سال، شمارہ نمبر ۱۲، ۱۳ میں شائع ہوئی ہے۔ اطلاعاً عرض ہے۔

والسلام مع الاحترام

نور الحسن راشد

۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء

مقرر کیا تھا، محمد تغلق کا اصل فرمان اور بفضلہ تعالیٰ دسویں صدی ہجری سے اب تک متعدد دستاویزات محفوظ ہیں۔ ان تمام کاغذات و دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے اور خاندانی شجرے کی جس قدر بھی نئی پرانی نقلیں محفوظ ہیں، ان سب میں بھی قاضی کریم الدین مذکر بن امام حاج بن امام تاج بن قاضی ضیاء الدین سنائی لکھا ہوا ہے، مگر بیچ کی یہ دو کڑیاں، امام حاج اور امام تاج، کہیں نہیں ملتی تھیں، آپ کی کتاب سے اللہ نے کیا یہ مسئلہ حل ہوا، اس لیے شاید یہ کہنا درست ہو کہ کاندھلہ کا صدیقی خاندان اور قاضی سلیمان منصور پوری کے اجداد، ایک ہی شجر کی شاخیں ہیں۔ کاندھلہ کے صدیقی خاندان کے شجرے کی تاریخی استنادی حیثیت پر میں نے کئی سال پہلے کچھ لکھا تھا، ان صفحات کا فوٹو اسٹیٹ حاضر ہے، جس سے متعلقہ بعض معلومات اور اس میں قاضی حاج اور قاضی تاج کا ضمنی اندراج ہے، وہ سامنے آجائے گا۔

اس پس منظر میں سب سے پہلے تو یہ دریافت کرنا ہے کہ قاضی حاج اور قاضی تاج صاحب کے مزارات اس قبرستان میں کس جگہ تھے، میں سنم بھی گیا ہوں اور اس قبرستان میں بھی حاضری ہوئی ہے، جس میں حضرت قاضی ضیاء الدین سنائی کے والد ماجد آسودہ ہیں، جو ہمارے خاندان کے ہندوستان میں مؤسس اور جد اعلیٰ ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھتیجے تھے۔

اللہ کے فضل و کرم سے یہ پورا قبرستان محفوظ ہے، اور وہاں سکون و طمانیت کی بالکل ویسی ہی کیفیت محسوس ہوتی ہے جیسی سرہند میں، حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر ہے، مگر ہمیں تلاش کے ابوجود، وہاں کوئی ایسے شخص نہیں مل سکے، جو ان مزارات و مقابر کے بارے میں کچھ مستند و معتبر اطلاع دے سکتے۔ اب امید ہوگئی ہے کہ ان شاء اللہ آں جناب کے توسط سے، یہ عقدہ بھی حل ہوگا اور معتبر معلومات تک رسائی ہو جائے گی۔

۴: تذکرہ قاضی سلیمان میں سنم کے شیخ عبدالشکور صاحب کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، جو ڈیرہ غازی خاں میں مقیم ہیں اور ان کے پاس

عرصے سے تلاش تھی، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان کے لیے کس سے رجوع کیا جائے، بفضلہ تعالیٰ وہ بھی اس سے حل ہو گئیں۔

امید کہ جناب کی معلومات سے استفادہ کا مزید موقع ملے گا، اس لیے چند معروضات پیش ہیں:

۱: تذکرہ میں قاضی صاحب کو ایک موقع پر علوی لکھا ہے، (ص: ۳۷) دوسری جگہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے بنایا ہے۔ (ص: ۴۵۴) یہ دونوں باتیں ایک ساتھ صحیح نہیں ہو سکتیں۔ پنجاب کے اس حصے میں بظاہر علوی خاندانوں کا تذکرہ نہیں ملتا اور حضرت شیخ جیلانی تو نجیب الطرفین سید تھے، اس لیے ان سے بھی انتساب صحیح نہیں۔

۲: ایک اور موقع پر قاضی صاحب کے اجداد کے ذیل میں ستام کے متعدد علماء اور مشائخ کے نام آتے ہیں (ص: ۴۵۵)۔ اگر یہ اطلاع درست ہے تو قاضی صاحب علوی ہیں، نہ حسنی حسینی، بلکہ صدیقی ہیں۔ میرے خیال میں ان کے اجداد کے تعارف اور ان کے اسانید و کاغذات کے ضمن میں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا تذکرہ غلطی سے ہو گیا ہے، یہاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا نام ہونا چاہیے تھا۔

آں جناب نے ستام کے بزرگوں کے ضمن میں شیخ قاضی حاج اور قاضی تاج کا ذکر کیا ہے، اس سے میری ایک بڑی پرانی مشکل حل ہوگئی، جواب تک تقریباً لایا تھا۔

۳: آں جناب کے علم میں ہوگا کہ کاندھلہ کے علماء کا جو مشہور خاندان ہے، وہ بھی صدیقی ہے، مگر اب تک کسی نے اس کی تمام شاخوں اور کڑیوں پر علمی استنادی حیثیت سے نظر نہیں ڈالی تھی، اللہ تعالیٰ نے راقم سطور کو اس کی توفیق دی، میں نے اس سلسلے میں کچھ کام کیا، تو تمام کڑیاں جڑتی چلی گئیں اور سب کے معتبر تاریخی حوالے اور دستاویزات بھی ملتی رہیں۔

کاندھلہ کا صدیقی خاندان شیخ کریم الدین مذکر کی اولاد میں ہے، ان کو محمد تغلق نے رجب ۹۷۲ھ (۱۳۹۱ء) میں کاندھلہ کا امام اور قاضی

بھی ذکر آیا ہے، مجھے ان کے بھی مفصل حالات کی تلاش ہے۔ میرے پاس بفضلہ تعالیٰ ان کی تمام تصانیف موجود ہیں اور ہمارے قریب کی ایک بستی، بنت ضلع مظفرنگر ان کا گویا وطن ثانی تھا، اور شاید جناب کو علم ہو کہ وہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت ارادت اور غالباً بیعت کا تعلق بھی رکھتے تھے۔ تحفۃ الہند، مولانا مظفر حسین کے خلیفہ وجانشین اور مولانا کی بیٹی کے داماد، مولانا محمد اسماعیل جھنجھانوی کاندھلوی (والد ماجد حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی فرمائش پر لکھی تھی، تحفۃ الہند کی تمہید میں اس کا تذکرہ ہے۔

۷: اگرچہ یہ معروضات بہت طویل ہو گئیں لیکن ایک دو باتیں اور:
الف: آں جناب کی تحریرات و مضامین میں آں محترم کے وطن کوٹ کپورہ کا بار بار تذکرہ پڑھا تھا، اس لیے وہاں جانے کو جی چاہتا تھا۔ پچھلے سال وہاں جانا اور ایک رات ٹھہرنا بھی ہوا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس بستی میں اب دوبارہ مسلمان آباد ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ پرانی مسجدوں میں سے ایک دو مسجدیں کھل گئی ہیں، جن میں سے ایک قدیم مسجد قریش ہے۔ ایک نئی مسجد کی تعمیر کا سامان ہو رہا ہے، اس میں بھی نماز شروع ہو چکی ہے۔ سنا ہے کہ وہاں ۲۸ مسجدیں تھیں، جن میں سے اکثر بے نام و نشان ہو گئیں۔ اسی طرح مکتبہ میں بھی ماشاء اللہ خوب مسلمان آباد ہیں، وہاں بھی حاضری ہوئی۔ جمعہ کی نماز پڑھانے اور کچھ عرض کرنے کا موقع ملا، اور اللہ کے فضل و کرم سے وہاں کی وسیع و عریض قدیم جامع مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی، ایک صف کی بھی کہیں جگہ باقی نہیں تھی۔ مکتبہ میں بعض مسلمان اچھے تعلیم یافتہ اور اکثر آسودہ و خوش حال ہیں، اور یہ سب وہ ہیں جو عموماً انیس سو ستر (۱۹۷۰ء) کے بعد یوپی اور بہار وغیرہ کے مختلف مقامات سے وہاں پہنچے اور آباد ہوئے۔

ان میں سے کئی لوگوں نے ان مقامات کی قدیم تاریخ، شخصیات

سنام سے متعلق دستاویزات و کاغذات ہیں (ص: ۴۵۴)۔ شیخ عبدالشکور صاحب کے پتا سے ممنون فرمائیں کہ ان سے براہ راست رابطہ کیا جاسکے، اگر آں محترم بھی اشارہ فرمادیں گے تو شاید وہ زیادہ توجہ فرمائیں۔

دوسرے ان کے پاس جو دستاویزات و کاغذات ہیں، میں صرف اپنے شجرے کی تحقیق و تکمیل کے لیے، ان کے عکس لینا چاہتا ہوں (فوٹو اسٹیٹ یا سی، ڈی) کیا وہ زحمت فرمائیں گے؟ نیز کیا سنام کے بزرگوں، خصوصاً اس قبرستان کے مدفونین کے خاندان کا کوئی قلمی یا مطبوعہ احوال یا یادداشت موجود ہے؟ اگر ہو تو اس کا حوالہ اور ذریعہ استفادہ بھی تحریر فرمائیں۔

۵: مجھے بہت بچپن سے غازی محمود دھرم پال صاحب سے واقفیت ہے، اور ان کی تالیفات سے بھی دلچسپی رہی ہے، ان کے ارتداد اور اسلام دونوں زمانوں کی، اکثر تصانیف میرے پاس موجود ہیں۔ انھوں نے لدھیانہ سے جو رسالے جاری کیے تھے، ”المسلم“ اور ”حنیف“ ان کے بھی چند شمارے ہمارے ذخیرے میں موجود ہیں، مجھے تقریباً تیس پینتیس سال سے ان کے حالات اور آپ بیتی کی جستجو ہے۔ ماہنامہ ”المنبر“ لائل پور کے غالباً ۷۰-۱۹۷۰ء کے کسی شمارے میں، غازی محمود کے حالات پر ایک مضمون چھپا تھا، جس میں ان کی غیر مطبوعہ آپ بیتی کا (جو آٹھ حصوں یا جلدوں پر مشتمل تھی) تذکرہ بھی تھا، میں نے اس سلسلے میں کئی لوگوں کو خطوط لکھے، ”ادارہ المنبر“ سے بھی رابطہ کیا مگر کچھ پتا نہیں چل سکا۔ تذکرہ قاضی سلیمان صاحب کے حواشی میں ان کے رسالے ”جلا وطن“ کے کئی شماروں کا حوالہ ہے، جو غالباً آں جناب کی ذاتی لائبریری میں ہے، اور بظاہر یہ غازی صاحب کی وہی آپ بیتی ہے جس کا اس مضمون میں تذکرہ ہوا تھا، تو کیا ان تمام شماروں کا فوٹو اسٹیٹ مل سکتا ہے؟

۶: تذکرہ قاضی محمد سلیمان میں مؤلف تحفۃ الہند مولانا عبید اللہ کا

ذکر کیا ہے، وہ سابق ریاست پٹیالہ (مشرقی پنجاب) میں واقع ہیں۔
مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا مولد و مسکن ”سرہند“ بھی اسی ریاست میں
ہے۔ مولانا کے مکتوبات سے پتا چلا کہ مشرقی پنجاب میں مسلمان آباد
ہو رہے ہیں اور یہ مسلمان ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے
ہیں۔ مولانا نے ”مکتسر“ کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ شہر ضلع فیروز پور کی ایک
تختیل تھا۔ حضرت مولانا حافظ عبداللہ بڑھیمالوی اور مولانا حافظ احمد
اللہ بڑھیمالوی کا گاؤں بڑھیمال اسی تختیل میں تھا۔ مشہور مدرس
و عالم مولانا محمد عبیدہ الفلاح کا گاؤں ”وٹواں“ بھی اسی تختیل میں
تھا۔ مولانا عبداللہ اور حافظ عبدالمنان کا موضع کھپیاں والی اور مولانا
محمد علی جاناہ کا گاؤں بھی اسی تختیل میں تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد
یوسف (راجوال) کے گاؤں کی تختیل بھی مکتسر ہی تھی۔



اور بزرگوں سے متعلق معلومات کی فرمائش کی تھی۔ اگر اس سلسلے میں
کوئی چیز معلوم ہو تو مطلع فرمائیں، کرم ہوگا۔ کوٹ کپورہ، مکتسر، ٹھنڈا
کا ایک اور سفر جلد ہی متوقع ہے۔

راقم ایک مجلہ ”احوال و آثار“ کے نام سے شائع کرتا ہے جس کی
ایک دو شمارے پہلے بھی ارسال خدمت ہوئے تھے، ایک حالیہ
اشاعت اس وقت حاضر ہے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ دعاؤں میں یاد فرمانے کی
درخواست ہے۔

میرا ان شاء اللہ تعالیٰ آنے کا خیال ہے۔ یہ سطور اس لیے ارسال
ہیں کہ اس سے پہلے متعلقہ امور پر توجہ کا موقع مل جائے۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے دونوں مکتوب قارئین کرام
کے مطالعہ میں آئے۔ انھوں نے براس اور سنام کے جن مقامات کا

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جد امجد امام عبدالسلام رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کی بلند پایہ کتاب

منتقى الاخبار (مترجم)

- امام عبدالسلام رحمہ اللہ جد امجد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب معاشرتی مسائل و احکام پر جامعیت کے لحاظ
سے ایک خاص مقام و مرتبے کی حامل ہے، اس میں چار ہزار احادیث مبارکہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ جمع کی
گئی ہیں۔
- اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد راجب رحمانی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ اس پر نظر ثانی،
تنقیح و تہذیب مولانا محمد ابوبکر صدیق السلفی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

باب الفہم

○ یہ اہم کتاب ۵ مضبوط جلدوں پر مشتمل ہے۔ عمدہ گلیر کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ
قیمت = ۱۲۰۰ روپے عام رکھی گئی ہے۔

ناشر: دار الدعوة السلفیہ، ۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

قرآن میں انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ

خالد شجاع - کراچی

اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شریعت دے کر بھیجا تھا۔ اس طبقہ کے انبیائے کرام کو مخالفین سے جہاد کا حکم نہیں تھا۔ مخالفین عذاب الہی سے ہلاک ہو جاتے تھے۔ (القصص: ۴۳)
”بلاشبہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، لوگوں کی بصیرت، ہدایت اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

پھر فرعون کی ہلاکت کے تین ماہ بعد جب بنی اسرائیل ملک شام کی طرف سفر کرتے ہوئے بیابان سینا میں پہنچے تو کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ جہاد کا حکم نازل ہوا اور عام عذاب کا طریقہ اللہ نے بند کر دیا۔ تیسرے طبقے میں موسیٰ علیہ السلام سے نبی قیامت تک قائم رہے گا۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دیگر پیغمبروں کے زمانے میں جہاد کا حکم بہت سخت تھا اور تمام ذی روح کو قتل کرنے کی اجازت تھی۔ جیسا کہ توریت کی کتاب گنتی میں ہے۔ مال غنیمت ان کے لیے حرام تھا۔ البتہ نبی ﷺ کے زمانے میں اور بعد کے زمانے کے لیے جہاد کا حکم نرم اصولوں پر قائم ہوا۔ اور مال غنیمت حلال قرار پایا۔

اکثر انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی اصلاح اور ہدایات کے لیے مبعوث کیے گئے۔ لیکن چار انبیائے کرام حضرت لوط، حضرت اسماعیل، حضرت یسوع اور حضرت یونس علیہم السلام ایسے ہیں جو دیگر قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ یعنی برائے تبلیغ اُمم مختلفہ۔ اسی طرح حضرت الیاس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام زہد اور اعراض عن الدنیا کے لحاظ سے یکتا تھے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون

القرآن الکریم میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں جن میں صرف ۲۸ سورتوں میں ۲۵ انبیائے کرام والمرسلین علیہم السلام کے نام بیان ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری کے کتاب احادیث انبیاء باب: ۳۵ میں ایک لاکھ سے زائد پیغمبر دنیا میں بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ ان ۲۵ پیغمبروں میں سے (۱۸) انبیائے کرام کے ناموں کا سب سے بڑا اجتماع سورة الانعام کی چار آیتوں ۸۳ سے ۸۶ میں ہے۔ اس سورہ کی ترتیب میں انبیائے کرام کے ناموں کی ترتیب نہ زمانی ہے، نہ ہی مدراجی۔ البتہ ناموں کی ترتیب میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی ترتیب ملک اور قدرت کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح حضرت ایوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی ترتیب صبر و شکر کے لحاظ سے ہے۔ احکام شریعت کے حوالے سے تمام پیغمبروں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اول طبقہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک کے پیغمبر ہیں۔ ان کے لیے کچھ وظائف اور آداب مقرر تھے۔ دوسرے طبقہ میں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے پیغمبر ہیں۔ اس طبقے کے لیے حلال و حرام اور عبادت کے لیے شریعت مقرر ہوئی۔ جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۱۳ میں ہے:

”اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جو ہم نے (اے نبی ﷺ) آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا تاکید حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیا تھا کہ تم اس دین کو قائم رکھو اور تم اس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ.....“

سب سے پہلے صاحب شریعت پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام ہوئے۔ یہ

خطاب کیا گیا ہے۔

پیغمبر آخر الزماں، خاتم النبیین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک صرف ۴ دفعہ، چار سورتوں: آل عمران، آیت نمبر: ۱۴۴۔ احزاب، آیت نمبر: ۴۰۔ سورہ محمد، آیت نمبر: ۲ اور سورہ الفتح، آیت نمبر ۲۹ میں بیان ہوا ہے۔ سورہ الصف کی آیت نمبر ۶ میں انہیں احمد کہا گیا ہے۔

قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتوں میں سے چھ سورتیں چھ انبیائے کرام جناب (یونس، ہود، یوسف، ابراہیم، محمد، نوح ﷺ) کے ناموں سے منسوب ہیں۔ انسان کے نام سے ایک سورہ ہے جسے سورہ الدھر کہا جاتا ہے۔ پوری سورہ یوسف میں صرف جناب یوسف علیہ السلام کا قصہ، ان کے والد محترم جناب یعقوب علیہ السلام کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ سورہ القصص جناب موسیٰ علیہ السلام اور آل فرعون سے متعلق ہے۔ سورہ سبا میں صرف داؤد اور جناب سلیمان علیہ السلام دونوں باپ بیٹے کے نام بیان ہوئے ہیں۔ سورہ یسین میں صرف جناب آدم علیہ السلام کا نام ایک مرتبہ بیان ہوا ہے۔ سورہ نوح میں صرف جناب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم اور اس کی تباہی کا ذکر ہوا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام وہ واحد خاتون ہیں جن کے نام پر سورہ مریم قرآن پاک میں آئی ہے۔ ان کا اسم مبارک قرآن کی دس سورتوں میں ۲۲ مرتبہ بیان ہوا ہے۔ سورہ المائدہ میں ان کا ذکر دس مرتبہ ہوا ہے، اور سورہ مریم میں ایک مرتبہ۔ سورہ قلم، جسے سورہ نون بھی کہا جاتا ہے، کی آیت نمبر ۴۸ میں مچھلی والے جناب یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

شجرہ انبیاء میں سے چار انبیائے کرام ﷺ جناب موسیٰ علیہ السلام (کتاب توریت) جناب داؤد علیہ السلام (کتاب زبور)، جناب عیسیٰ علیہ السلام (کتاب انجیل) اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ (کتاب قرآن) صاحب کتاب سماوی ہیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کو صحیفہ عطا ہوئے۔

واقعہ معراج کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی ملاقات آٹھ انبیائے کرام سے متفرق مقامات یعنی آسمانوں پر ہوئی۔ آپ ﷺ نے جب ہماری اس دنیا سے معراج کا سفر اختیار فرمایا تو آسمان دنیا

ﷺ کا شمار بلحاظ معجزات اور ظہور آیات میں کیا جاتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ بنی اسرائیل کے ہاتھوں قتل ہوئے اور انبیاء میں شہید ابن شہید کہلائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا عبرانی نام اسرائیل تھا، ان کے بعد کے تمام انبیاء بالترتیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جن کی تعداد چودہ بنتی ہے، سب بنی اسرائیلی پیغمبر ہیں۔ یعنی ان سب کا تعلق حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہے۔ بنی اسرائیل میں پیغمبروں کا تسلسل حضرت محمد ﷺ کی آمد سے اختتام کو پہنچا۔ یہود و بنی اسرائیل کی مسلمانوں سے دشمنی کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ نبیوں کا سلسلہ جو تقریباً دو ہزار سال سے ان میں چلا آ رہا تھا، ان سے چھن گیا۔ اور اب نبیوں کا سلسلہ بھی ختم ہوا اور محمد ﷺ خاتم النبیین قرار پائے۔ (الاحزاب: ۴۰)

ان ۲۵ انبیائے کرام ﷺ میں سے چار انبیائے کرام جناب نوح، جناب ابراہیم، جناب موسیٰ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورہ احزاب آیت نمبر ۷، سورہ شوریٰ آیت نمبر ۱۳، سورہ احقاف آیت نمبر ۲۵ کے حوالے سے اولوا العزم (یعنی عالی ہمت) پیغمبر قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ پانچ رسول دوسرے تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں اور ان میں سب سے افضل خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ انبیائے کرام میں سے سب سے پہلے نبی اور رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ (بخاری: ۶۸۸۶)

پورے قرآن الکریم میں سب سے زیادہ ذکر نام کے حوالے سے جناب موسیٰ علیہ السلام کا ۳۴ سورتوں کی ۱۳۱ آیات میں ۱۳۶ دفعہ ہوا ہے۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کا ذکر ۲۸ سورتوں کی ۴۳ آیات میں ۴۳ دفعہ ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ۲۵ سورتوں کی ۶۳ آیات میں ۶۹ دفعہ ہوا ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر مختلف ناموں، القاب اور اشاروں سے ۱۳ سورتوں کی ۳۰ آیات میں ۳۴ دفعہ ہوا ہے۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نام سے ۳ دفعہ، عیسیٰ ابن مریم کے نام سے ۱۳ دفعہ، مسیح ابن مریم کے نام سے ۵ دفعہ، صرف عیسیٰ کے نام سے ۹ دفعہ، صرف مسیح کے نام سے ۲ دفعہ اور صرف ابن مریم کے نام سے ۲ دفعہ

عزیر علیہ السلام کا صرف ایک بار ذکر ہے کہ یہودی انہیں عزیر ابن اللہ کہتے تھے جس طرح عیسائی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح ابن اللہ کہا کرتے ہیں۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ انہیں نبی نہیں کہا، بلکہ یہودیوں نے ان کو خود اللہ کا بیٹا بنا دیا تھا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اپنی تفسیر میں روایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جناب عزیر علیہ السلام اللہ کے ”بیٹے“ ہیں۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر ۲۵۸۱ کے حوالے سے قیامت سے متعلق ایک طویل حدیث ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہودی اقرار کریں گے کہ وہ جناب عزیر ابن اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس حدیث سے جناب عزیر علیہ السلام کا ذکر تو ملتا ہے لیکن نبوت کی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔^(۱)

سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۹ میں ایک ”شخص“ کا ذکر ہے جس نے ایک بستی کو اجاڑ پایا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کے لوگوں کو کس طرح دوبارہ زندہ کرے گا؟ اس آیت کے ترجمہ اور تفسیر میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نے صرف ”شخص“ کہہ کر ذکر کیا ہے۔ نام بتائے بغیر البتہ تفسیر عثمانی میں اس آیت کی تفسیر میں اس شخص کو جناب عزیر علیہ السلام ”پیغمبر“ لکھا ہے۔ انہیں ”توریت“ زبانی یاد تھی۔ کتاب ”توریت“ جناب موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ”شخص“ جناب عزیر علیہ السلام، جناب موسیٰ علیہ السلام سے یقیناً بعد کے ہوں گے۔ جناب الیاس علیہ السلام اور جناب الیسع علیہ السلام کے دور کے آس پاس کی شخصیت معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ بخت نصر بادشاہ ایران نے بنی اسرائیل کی قوم سے آباد بیت المقدس کو اجاڑ کر اس کے باشندوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس میں کوئی بھی جاندار باقی نہیں تھا۔ بیت المقدس کے اسی کھنڈر سے گزرتے وقت حضرت عزیر علیہ السلام کو اس کی تباہی پر

(پہلا آسمان) پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے اوپر تو پھر سدرۃ المنتہی اور بیت المعمور ہے۔ اور اس کے اوپر کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۸۸۷، ۳۳۴۲)

شجرہ انبیاء اور فہرست انبیاء والمرسلین کے حوالے سے ایک وضاحت طلب معاملہ جناب عزیر علیہ السلام سے متعلق ہے کہ ان کا ذکر اس میں شامل کیوں نہیں۔ جب کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جناب عزیر علیہ السلام بھی ایک پیغمبر ہیں۔ شجرہ انبیاء والمرسلین جسے ادارہ البحوث علمیہ والافتاء والدعوة والارشاد، الرياض، السورودیہ ۱۴۰۹ھ کے شائع کردہ ایک چارٹ میں بھی جناب عزیر علیہ السلام کا کوئی ذکر اور اشارہ تک نہیں۔ اسی طرح قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ”رحمۃ للعالمین“ کی جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۸ پر جناب عزیر علیہ السلام کا مختصر ذکر کیا ہے۔ لیکن تفصیل کچھ بھی نہیں۔ البتہ انہوں نے عزیر علیہ السلام کو جناب ہود علیہ السلام کے مقابل میں لکھا ہے۔ ”لطف ہود علیہ السلام اور عبرت عزیر علیہ السلام“۔ قاضی صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب کی فہرست انبیاء میں بھی جناب عزیر علیہ السلام کو انبیاء کی صف میں واضح طور پر بیان نہیں کیا۔ سعودی عرب کا عالمی شہرت یافتہ اشاعتی ادارہ ”دارالسلام“ کی شائع کردہ کتاب ”اطلس القرآن“ مؤلفہ ڈاکٹر شوقی ابولخیل جس میں قرآنی مقامات، اقوام اور شخصیات کا تذکرہ ہے، اس میں بھی نبوت کے حوالے سے جناب عزیر علیہ السلام کا کہیں ذکر نہیں۔ جہاں تک القرآن الکریم میں ان کے نام کا تعلق ہے، سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۰ میں جناب

(۱) صاحب تفسیر القرآن نے تحریر کیا ہے کہ یہ ایک غیر ضروری بحث ہے کہ وہ شخص کون تھا اور وہ بستی کون سی تھی۔ اصل مدعا جس کے لیے یہاں یہ ذکر لایا گیا ہے، صرف یہ بتانا ہے کہ جس نے اللہ کو اپنا ولی بنایا تھا، اسے اللہ نے کس طرح روشنی عطا کی۔ شخص اور مقام دونوں کی تعین کا نہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ، نہ اس کا کوئی فائدہ۔ البتہ بعد کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن صاحب کا یہ ذکر ہے، وہ ضرور کوئی نبی ہوں گے۔

صرف دو بار بیان ہوئے ہیں۔ ان دونوں پیغمبروں کے نام بہت مختصر بیان ہوئے ہیں اور عام مسلمانوں میں یہ دونوں پیغمبر بہت کم معروف ہیں۔ لیکن قرآن کی آیتوں میں ان دونوں شخصیات کا جہاں ذکر ہے ان کے ساتھ بہت معروف اور مشہور انبیاء کا ذکر شامل ہے۔

سورہ انعام آیت نمبر ۸۶ میں جناب اسماعیل، جناب یونس اور جناب لوط علیہم السلام کے ساتھ جناب الیسع علیہ السلام کا ذکر ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸۵ میں جناب اسماعیل اور جناب ادریس علیہم السلام کے ساتھ جناب ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ سورہ ص آیت نمبر ۴۸ میں جناب اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ دونوں حضرات الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر مبارک ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ان شہادتوں کی وجہ سے یقین کے ساتھ یہ دونوں پیغمبر حضرات ذوالکفل اور جناب الیسع علیہم السلام بھی انبیاء کی فہرست میں شامل ہیں۔



افسوس ہوا۔ اور خیال میں آیا کہ یہ پھر کیسے آباد ہوگا۔ یہاں آبادی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس قسم کے خیال سے اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ ان پر موت طاری کر دی۔ ان کی وفات کے ۷۰ (ستر) سال بعد بیت المقدس پھر سے بنی اسرائیل سے آباد ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو پورے ۱۰۰ سال کے بعد زندہ کر دیا۔ انہوں نے مرنے کے بعد کی زندگی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔ یہ واقعہ آئندہ نسل کے لیے ایک نشانی ہے۔ عزیر علیہ السلام کے اس واقعہ سے تقریباً ایک ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں بھی ایسا ہی خیال آیا تھا کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح انسان کو زندہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے چار چڑیوں سے اس عمل کا مشاہدہ کرایا۔ علم الیقین سے عین الیقین کے لیے۔ (البقرہ: ۲۶۰)

فہرست انبیاء میں دو شخصیتیں جناب ذوالکفل اور جناب الیسع علیہم السلام کے اسمائے گرامی، القرآن الکریم میں دو سورتوں کی دو آیتوں میں

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- | | |
|------------------------------------|------------------------------------|
| ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے | ①..... آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے |
| ⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے | ②..... اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے |
| ⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے | ③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے |

❁..... "الاعتصام" میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ❁..... اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔
❁..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ❁..... "الاعتصام" سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام شیش محل روڈ، لاہور، فون: 042-37354406

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

تفسیر فضل القرآن (سورة الاعراف) جلد ۶

مفسر: مولانا فضل الرحمن بن محمد ازہری

ضخامت: ۳۸۴ صفحات

قیمت: ۲۵۰/- روپے

ناشر: ریز مشینری سٹور، ۵۳ نشتر روڈ۔ لاہور

ملنے کے پتے: (۱) دارالکتب السلفیہ، اردو بازار لاہور

(۲) مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حضرت مولانا فضل الرحمن ازہری رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ بہت بڑے مبلغ اور نامور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ متعدد کتب و رسائل کے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔ قرآن کریم کے مشہور مفسر ہیں۔ انھوں نے اب تک سورة الفاتحہ، سورة البقرة (ایک جلد)، سورة آل عمران (دوسری جلد)، سورة النساء (تیسری جلد)، سورة الانعام (چوتھی جلد)، سورة المائدہ (پانچویں جلد) اور اب تازہ شائع ہونے والی یعنی سورة الاعراف (چھٹی جلد) ترتیب دی ہے۔ یہ تمام الگ الگ جلد میں مارکیٹ سے مل سکتی ہیں۔

اب تک بے شمار مفسرین نے تفسیری خدمات انجام دیں اور قرآن کریم کے علوم و معارف سے تشنگانِ علوم دین کو مستفید فرمایا۔ مولانا فضل الرحمن رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے کرکٹ کے میدان سے کھینچ کر اپنے دین (اسلام) کی تعلیمات کی طرف ایسا لگایا کہ آپ نے تمام درسی کتابیں مسجد قدس میں مولانا عبدالرشید رحمہ اللہ (تاندلیا نوالا) سے اور بعد ازاں حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے ان کے گھر

حاضر ہو کر پڑھیں۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے انھوں نے صحیح مسلم شریف کا تقریباً نصف حصہ اور صحیح بخاری شریف مکمل کا درس لیا۔ بعد ازاں لاہور شہر کی ایک بڑی مسجد اہل حدیث جامع مبارک، ریلوے روڈ میں ۳۴ سال تک خطابت کی۔ یہ ساری خدمات دینیہ لوجہ اللہ انجام دیتے رہے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے قائم کردہ علمی و تحقیقی ادارے دارالدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے لیے بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں وہ ۲۵ برس تک اس کے صدر رہے اور بلاشبہ یہ خدمات انھوں نے بے لوث انجام دیں، باریک اللہ سعہم ہفت روزہ الاعتصام جو مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے ۱۹۴۹ء میں جاری فرمایا تھا، کی سرپرستی بھی کرتے رہے ابتدا میں انھوں نے سورة فاتحہ سے باقاعدہ سلسلہ تفسیر تحریر فرمانا شروع کیا تھا جسے وہ ”الاعتصام“ میں درس قرآن کے عنوان سے ایک عرصے تک لکھتے رہے۔ علاوہ ازیں اخبار الاعتصام میں علمی مضامین بھی تحریر فرماتے رہے۔ ان شاء اللہ مزید مضامین بھی تحریر کریں گے۔

تفسیر فضل القرآن میں انھوں نے ایک منفرد کام یہ کیا ہے کہ قرآنی آیات کے ترجمے اور تشریح کے بعد حل لغات کو بھی ضروری قرار دیا ہے ایک تو مشکل الفاظ کی ترکیب قارئین کے ذہن میں آجاتی ہے۔ دوسرا اگر انمر اور صیغوں تک رسائی بھی ہو جاتی ہے۔ یوں یہ تفسیر قرآن عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ طلبائے مدارس دینیہ کے لیے بھی آسانی کے لیے رہنمائی کا کام دیتی ہے۔ اور خطبائے عظام و مدرسین کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ اسی طرح درس قرآن دینے

ناشر: جامعہ امام بخاری اہل حدیث، مقام حیات، سرگودھا
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

سید سبطین شاہ صاحب نقوی تبلیغی میدان کے آدمی ہیں۔ مسلک اہل حدیث کو سٹیج پر مناظرانہ انداز میں بیان کرنے کا انھیں ملکہ حاصل ہے۔ اب انھوں نے تبلیغی میدان سے بھی ایک قدم مزید بڑھا دیا ہے یعنی ایک ماہنامہ ”ضرب حق“ جاری کیا ہے۔ اس ماہنامے میں اہل حدیث کے بنیادی عقائد و نظریات پر مناظرانہ انداز میں اشاعت کی جاتی ہے۔

زیر نظر شمارہ اپریل ۲۰۱۱ء ہمارے سامنے ہے۔ اس میں تکبیر تحریر، اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، جعفر جعفری ضعیف راوی ہے، تابعین کرام اور رفع الیدین، نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور حنفی دلائل پر مضمون شامل ہیں۔ اہل ذوق اس کا مطالعہ کریں۔

☆☆☆☆

مجلہ ”خاتم التبیین علیہ السلام“

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ مجلہ ”خاتم التبیین علیہ السلام“ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ختم نبوت کے موضوع پر مشتمل مضامین پر طبع شدہ ہے۔ اس مجلے میں تمام مضامین سارکین ختم نبوت کی بیخ کنی، ان کے رد اور اہل حدیث کی خدمات پر شائع شدہ ہیں۔ زیر تبصرہ شمارہ مئی ۲۰۱۱ء ہمارے سامنے ہے۔ یہ مجلہ ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین صاحب، مولانا عبدالستار بخاری اور مدیر اعلیٰ مولانا عبدالحفیظ مظہر کے خصوصی اہتمام و انصرام سے شائع کیا گیا ہے۔

رسالے کے مزاج سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آئندہ بھی اپنی اشاعت جاری رکھے گا۔ اب تک اس موضوع پر تیسرا شمارہ مارکیٹ میں آچکا ہے۔ منگوانے کے لیے مرکز ختم نبوت سلفیہ نزد فیملی ہسپتال ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔



والے و علمائے کرام اس کے مطالبہ سے اپنے خطابات و دروس آسانی سے تیار کر سکتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الاعراف بیشتر کی آیات پر مشتمل ہے۔ مولانا فضل الرحمن ازہری رحمہ اللہ نے اس سورہ کے چالیس جلی عنوانات قائم فرمائے ہیں۔ اس سورہ مکرمہ میں جو تعلیمات بیان فرمائی گئی ہیں، انھیں چھوٹے عنوانات دے کر تفصیل سے عام فہم اردو میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں جو عنواں جلی آئے ہیں، ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

قرآن کو جھٹلانے والوں کا انجام، قیامت کے روز انسان کے اعمال کا وزن ہوگا، شیطان کا قصہ اور اس کے عزائم، شیطان کی اتباع سراسر خسارہ، شیطان کے فتنوں سے بچنے کا حکم، اصحاب الاعراف، تخلیق کائنات، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، قوم عاد و ثمود کی سرکشی، موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ساتھ ہونے والے واقعات و حالات جیسے اسباق اس تفسیر کی زینت ہیں۔

قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا جہاں کا ثواب ہے، وہاں تفسیر و تشریح کے ذریعے قرآن کریم کو سمجھنا زندگی سنوارنے کا باعث ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ مولانا کا یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ پورے قرآن کریم کی تفسیر کا کام ذات پاک ان سے مکمل کرادے۔

یہ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، سنہری ڈائی دار جلد، سفید کاغذ اور ۳۳ فی صد رعایت پر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

☆☆☆☆

ماہنامہ ”ضرب حق“ سرگودھا

مدیر: سید محمد سبطین شاہ نقوی

ضخامت: ۵۰ صفحات

قیمت فی شمارہ: ۲۰/- روپے

اہل جہراں ضلع شیخوپورہ کے لیے عظیم خوش خبری

دورۃ تفسیر القرآن الکریم (برائے خواتین و طالبات)

رابطہ
پرنسپل کلیہ عائشہ صدیقہ للبنات
حافظ محمد شاہد

0300-6288298

مولانا شرافت اللہ

0300-7669389

ایف اے، بی اے اور فارغ التحصیل طالبات کے لیے سنہری موقع

بتاریخ ۱۸ شعبان تا ۲۰ رمضان المبارک

۱۸ جولائی تا ۲۰ اگست ۲۰۱۱ء

بمقام کلیہ عائشہ صدیقہ للبنات (جہراں)

نوٹ: بیرونی طالبات کے لیے قیام و طعام کا معقول انتظام

ٹائم کلاس: صبح ۱۱ بجے

الداعی الی الخیر: حافظ محمد ایوب خالد، مہتمم جامعہ عمر ابن الخطاب، منڈی جہراں ضلع شیخوپورہ

ادارہ مرکز التوحید، چوک چورہ ڈیرہ غازی خان کی ۳۷ ویں سالانہ

محفل قرآن و اختتام صحیح بخاری شریف

بتاریخ: 16 جولائی 2011ء بروز ہفتہ

زیر صدارت: ڈاکٹر حافظ الشیخ عبدالکریم رحمہ اللہ
زیر سرپرستی: حضرت مولانا قاری عبدالوکیل صدیقی رحمہ اللہ

مدعوین علمائے کرام و شیوخ کرام

- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فضل الہی صاحب
- علامہ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی صاحب
- ڈاکٹر طیب الرحمن زیدی صاحب
- حافظ محمد یوسف پسروری
- الشیخ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر صاحب
- پروفیسر محمد ابراہیم بھٹی صاحب
- سید بسطین شاہ نقوی صاحب
- حافظ محمد اسحاق اوکاڑوی
- قاری محمد یونس بلوچ صاحب
- دیگر حضرات خطاب فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

قاری عبدالرحیم کلیم، مدیر مرکز التوحید ڈیرہ غازی خان۔ فون نمبر: 0300,0321-6787139